ماہنامہ

انوارِ مدینہ

شمارہ : ۳	ربیع الثانی ۱۴۳۳ھ / مارچ ۲۰۱۲ء	جلد : ۲۰

سیّد محمود میاں	سیّد مسعود میاں
مُدیر اعلیٰ	نائب مُدیر

بدلِ اشتراک

پاکستان فی پرچہ ۱۷ روپے......... سالانہ ۲۰۰ روپے
سعودی عرب، متحدہ عرب امارات..... سالانہ ۷۵ ریال
بھارت، بنگلہ دیش .... سالانہ ۲۰ امریکی ڈالر
برطانیہ، افریقہ .... سالانہ ۲۰ ڈالر
اَمریکہ .... سالانہ ۲۵ ڈالر

جامعہ مدنیہ جدید کا اِی میل ایڈریس
E-mail: jmj786_56@hotmail.com

ترسیلِ زر و رابطہ کے لیے

دفتر ''انوارِ مدینہ'' نزد جامعہ مدنیہ کریم پارک راوی روڈ لاہور
اکاؤنٹ نمبر انوارِ مدینہ MCB (0954) 7914-2
رابطہ نمبر: 042-37726702,03334249302
جامعہ مدنیہ جدید : 042 - 35330311
خانقاہِ حامدیہ : 042 - 35330310
فون/فیکس : 042 - 37703662
رہائش ''بیت الحمد'' : 042 - 36152120
موبائل : 0333 - 4249301

مولانا سیّد رشید میاں صاحب طابع و ناشر نے شرکت پرنٹنگ پریس لاہور سے چھپوا کر
دفتر ماہنامہ ''انوارِ مدینہ'' نزد جامعہ مدنیہ کریم پارک راوی روڈ لاہور سے شائع کیا

اس شمارے میں

حرفِ آغاز		۳
درسِ حدیث	حضرت اَقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحبؒ	۶
سوالات و جوابات	حضرت اَقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحبؒ	۱۵
اَنفاسِ قدسیہ	حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰن صاحبؒ	۱۹
پردہ کے اَحکام	حضرت مولانا محمد اَشرف علی صاحب تھانویؒ	۲۵
مروجہ محفل میلاد	حضرت مولانا مفتی قاری عبدالرشید صاحبؒ	۲۸
خطاب لاجواب	حضرت مولانا محمد عیسٰی صاحب منصوری	۳۸
سیرت خلفائے راشدینؓ	حضرت مولانا عبدالشکور صاحب فاروقی لکھنویؒ	۴۵
صحابہ رضی اللہ عنہم کی زِندگی اَور ہمارا عمل	حضرت مولانا مفتی محمد سلمان صاحب منصور پوری	۵۲
دل کے آپریشن سے بچنے کا ایک کامیاب نسخہ	جناب حکیم عبدالوحید صاحب سلیمانی	۵۵
تقریظ و تنقید	حضرت مولانا نعیم الدین صاحب	۵۸
وفیات		۶۱
اَخبار الجامعہ		۶۲

خوشخبری

آپ ماہنامہ اَنوارِ مدینہ اِنٹرنیٹ پر مندرجہ ذیل لنک پر بھی پڑھ سکتے ہیں

http://www.scribd.com/anwaremadina

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حرفِ آغاز

سیّد محمود میاں

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ اَمَّابَعْدُ !

۲۴؍جنوری کے روزناموں میں یہ خبر جلی سرخیوں سے شائع ہوئی کہ

''سینٹ میں اُردو کو دفتری سرکاری زبان کے طور پر رائج کرنے کی قرارداد پر بحث کے دَوران اَراکین سینٹ نے حکومت سے یہ مطالبہ کیا کہ اُردو کو دفتری زبان کے طور پر رائج کرنے کا فوری طور پر نوٹیفکیشن جاری کیا جائے۔''

اِس خبر سے اُمید کی ایک کرن پیدا ہوئی تھی کہ شاید مُلک کے اَربابِ حل وعقد اِس طرف توجہ کریں اَور ملک میں سب سے زیادہ بولی جانے والی زبان (اُردو) ہماری قومی اَور دفتری سرکاری زبان بننے کا اِعزاز حاصل کرلے۔ اگر ایسا ہوجاتا تو ملک کے اَکثر باشندے سُکھ کا سانس لیتے اَور اُنہیں بڑی سہولت کے ساتھ دفتری اُمور اَنجام دینے کا موقع مل جاتا لیکن مندرجہ بالا خبر کے ٹھیک ایک ماہ بعد ۲۳؍فروری کے روزنامہ نوائے وقت میں یہ خبر شائع ہوئی کہ

''سپیکر قومی اِسمبلی ڈاکٹر فہمیدہ مرزا نے گزشتہ روز بھارتی ہم منصب میرا کمار کے اِعزاز میں دیے گئے عشائیہ میں اپنی تقریر قومی زبان کے بجائے اَنگریزی میں کی

جبکہ بھارتی سپیکر نے اُردو میں خطاب کر کے حاضرین کو حیرت میں ڈال دیا۔میڈیا نے فہمیدہ مرزا کو اَنگریزی میں تقریر کرنے پر تنقید کا نشانہ بنایا جس پر سپیکر نے تقریر تیار کرنے والے سٹاف پر برہمی کا اِظہار کرتے ہوئے وضاحت طلب کر لی۔''

اِس خبر نے پیدا ہونے والی اُمید کی کرن کو نا صرف مٹا دیا بلکہ اپنے مقتدر قومی اِدارے سینٹ کی قرارداد کا برسرِ عام غیر ملکیوں کے سامنے تمسخر بھی اُڑا دیا۔اَصل بات یہ ہے کہ ہمارے اَربابِ حل وعقد ہمارے سیاسی لیڈر اَور بیوروکریٹس جس ماحول میں پلتے بڑھتے اَور تعلیم و تربیت حاصل کرتے ہیں وہ اہلِ مغرب سے مرعوبیت کا ماحول ہوتا ہے اِس ماحول کے ہوتے ہوئے اُن سے یہ اُمید لگانا بے معنٰی ہے کہ وہ مُلک وملّت اَور قوم و وطن کے مفاد میں آزادانہ فیصلے کر سکتے ہیں کیونکہ اُن کے غلامانہ ذہنوں میں اَنگریزیت اِس قدر سرایت کر چکی ہے کہ اُن کی ثقافت اُن کا کلچر اُن کی بود وباش اُن کا رہن سہن اَنگریزیت کے تابع ہو کر رہ گیا ہے وہ نام سے تو ضرور مسلمان معلوم ہوتے ہیں لیکن سوچ اَور فکر کے لحاظ سے مکمل اَنگریز بن چکے ہیں۔

کس قدر اَفسوس ناک پہلو ہے کہ ایک ہندو عورت جو نہ ہمارے ملک وملّت کی خیر خواہ کہلائی جاسکتی ہے اَور نہ ہماری قوم و وطن سے کوئی تعلق رکھتی ہے وہاں کے ہندوؤں کی بڑی تعداد مسلمان اَور اُن کی زبان (اُردو) سے اِنتہائی تعصب کا معاملہ کرتے ہوئے اِس کو اپنے ملک سے مٹانے کے دَرپے ہیں۔اُن کی سپیکر تو ہمارے ملک میں آکر ہماری علاقائی اَور قومی زبان (اُردو) میں خطاب کرتی ہے اَور اُس کی ہم منصب ہماری مسلمان عورت اپنی قومی و علاقائی زبان چھوڑ کر اَنگریزی میں خطاب کرتی ہے۔اگرچہ خبر کے مطابق سپیکر نے تقریر کرنے والے سٹاف پر برہمی کا اِظہار کرتے ہوئے وضاحت طلب کی ہے مگر فہمیدہ مرزا کا یہ عمل ''کھسیانی بلی کھمبا نوچے'' کے مترادف ہے جو گری ہوئی دستار کی گرہیں نہیں جوڑ سکتا۔

حقیقت یہ ہے کہ غیر مسلم اَقوام اپنے آپ کو آزاد سمجھتی ہیں اَور آزادی کے ساتھ اپنے تمام اُمور کو اَنجام دینا چاہتی ہیں اِسی لیے وہ اپنے اپنے ملک میں اپنی قومی زبان کو فروغ دے رہی ہیں اَور

اَنگریزی زبان کو دَفتری زبان بنانے پر تیار نہیں جبکہ مسلمان اپنے لیے اَنگریز کی غلامی اَور اُس کی چاپلوسی کو مایۂ اِفتخار سمجھنے لگے ہیں اِس لیے اَنگریزیت کے دَھارے میں بہے جا رہے ہیں اِسی کا نتیجہ ہے کہ آج ہر جگہ مسلمان ذلّت و رُسوائی کا شکار ہو رہے ہیں۔

تاریخ شاہد ہے کہ ہمیشہ وہی قومیں زندہ رہتی ہیں جو اپنے تشخص کو برقرار رکھتی ہیں اَور جو قومیں اپنے تشخص کو کھو دیتی ہیں وہ مٹ جایا کرتی ہیں کاش مسلمان تاریخ کے اِس شاہد سے سبق لیں اَور اپنے تشخص کو برقرار رکھنے کی کوشش کریں تو ہم اَنگریز کی غلامی کا طوق گلے سے اُتار دیں اَور آزاد اَقوام کی طرح زندگی گزاریں تاکہ مستقبل میں اپنے وجود کو باقی رکھ سکیں۔

اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔ وَمَا عَلَیْنَا اِلَّا الْبَلَاغ

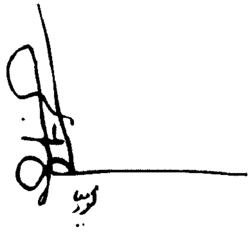

جامعہ مدنیہ جدید کے فوری توجہ طلب ترجیحی اُمور

(۱) زیرِ تعمیر مسجد حامدؒ کی تکمیل

(۲) طلباء کے لیے مجوزہ دَارالاقامہ (ہوسٹل) اَور درسگاہیں

(۳) اَساتذہ اَور عملہ کے لیے رہائش گاہیں

(۴) کتب خانہ اَور کتابیں

(۵) زیرِ تعمیر پانی کی ٹنکی کی تکمیل

ثواب جاریہ کے لیے سبقت لینے والوں کے لیے زیادہ اَجر ہے۔

مَولَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّھِمِ

درس حدیث

حضرتِ اقدس پیرومرشد مولانا سید حامد میاں صاحبؒ کے مجلسِ ذکر کے بعد درسِ حدیث کا سلسلہ وار بیان ''خانقاہِ حامد یہ چشتیہ'' رائیونڈ روڈ لاہور کے زیرِ انتظام ماہنامہ ''انوارِ مدینہ'' کے ذریعہ ہر ماہ حضرت اقدسؒ کے مریدین اور عام مسلمانوں تک باقاعدہ پہنچایا جاتا ہے۔ اَللہ تعالیٰ حضرت اقدسؒ کے اِس فیض کو تاقیامت جاری و مقبول فرمائے۔ (آمین)

اِسلامی فتوحات تین نسلوں تک جاری رہیں۔ ''اِحسان'' کی دو صورتیں
دُعائے مغفرت کا فائدہ۔ تمام جزئیات کا حتمی علم صرف اَللہ کو ہے

﴿ تخریج و تزئین : مولانا سیّد محمود میاں صاحب ﴾

(کیسٹ نمبر 68 سائیڈ B 1987 - 05 - 03)

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ اَمَّابَعْدُ !

''اِسلام'' اَور ''اِیمان'' میں ایک فرق یہ بھی کیا گیا ہے کہ ''اِسلام'' تو نام ہے زبان سے اِقرار کر لینے کا اَور ''اِیمان'' نام ہے اُن باتوں کا ذہن میں دِل میں رچ جانے کا، اگر وہ باتیں اَبھی دِل میں رچی نہیں راسخ نہیں ہوئیں تو وہ آدمی اَبھی ''مسلمان'' ہوا ہے ''مومن'' نہیں ہوا قرآن پاک میں ہے قَالَتِ الْاَعْرَابُ اٰمَنَّا قُلْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا وَلٰکِنْ قُوْلُوْا اَسْلَمْنَا یہ دیہاتی آدمی جو آتے ہیں یہ کہتے ہیں کہ ہم نے اَیمان قبول کیا ہم صاحبِ اِیمان ہو گئے تو آپ اُنہیں یہ بتلا دیجئے کہ اَبھی تم صاحبِ اِیمان نہیں ہوئے تمہیں یہ کہنا چاہیے کہ ہم مسلمان ہو گئے وَلَمَّا یَدْخُلِ الْاِیْمَانُ فِیْ قُلُوْبِکُمْ اَبھی تک تمہارے دِلوں میں اِیمان نہیں داخل ہوا ہے۔ تو اِیمان اگر دِل میں رچ جائے تو پھر مومن ہے اَور اَگر زبان سے کہہ رہا ہے اللہ کو ایک مان رہا ہے جنابِ رسول اللہ ﷺ کو اللہ کا سچا رسول مان رہا ہے تو اَبھی وہ اِیمان کے درجہ میں نہیں پہنچا اِسلام کے درجہ میں پہنچا ہے۔

بعض ایسے ہیں کہ بیٹھے سوچتے ہی رہتے ہیں مطالعہ کرتے رہتے ہیں اَور پھر اِیمان قبول کرتے ہیں تو اُن کا یہ نہیں ہے اُن کو یہ نہیں کہا جائے گا بلکہ وہ بالکل صحیح معنٰی میں مسلمان ہیں۔

اَور ایک یہ ہے کہ غلبہ دیکھ کر گمان کر کے کہ یہ ضرور اللہ کے سچے رسول لگتے ہیں وہ اِسلام میں داخل ہو رہا ہے۔ اَور کوئی اِس لیے بھی آتے تھے مسلمان ہونے کے لیے کہ مارے نہ جائیں اِسلام میں داخل ہو جاؤ تاکہ پھر ہماری لڑائی اِن سے نہ رہے ورنہ اِختلاف چل رہا ہے کسی بھی وقت مقابلہ ہو سکتا ہے تو پھر نقصان ہوگا اَور بعض اِس لیے آرہے تھے اَور مسلمان ہوتے تھے کہ مالِ غنیمت ہاتھ لگے۔

اِسلامی فتوحات تین نسلوں تک جاری رہی ہیں :

کیونکہ مسلمان برابر فتوحات حاصل کرتے ہی جا رہے تھے مسلمانوں کی فتوحات رُکی بھی نہیں ہیں بہت بعد تک جاری رہی ہیں تین نسلوں تک جاری رہی ہیں کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے یہ فرمایا تھا کہ ایک دَور وہ آئے گا جس میں یہ پوچھا جائے گا کہ لشکر میں کوئی صحابی ہیں تو جب یہ کہا جائے گا کہ ہیں صحابی تو فتح حاصل ہو جائے گی۔ پھر دَور آئے گا جس میں پوچھا جائے گا کہ کوئی ایسا ہے جو صحابی کو دیکھے ہوئے ہو تو کہا جائے گا کہ ہے تو بھی فتح ہو جائے گی پھر ایسا دَور آئے گا کہ کہا جائے گا کہ کوئی ایسا ہے آدمی کہ جس نے صحابہ کو دیکھنے والوں کو دیکھا ہو تو یہ کہا جائے گا کہ ہے تو بھی فتح ہو جائے گی۔

تو یہ تین دَور تو ایسے ہیں کہ اِس میں جس طرف بھی مسلمان گئے بالکل آقائے نامدار ﷺ کے اِرشاد کے مطابق فتح ہوتی ہی رہی، اَفریقہ کی طرف گئے ہیں پرلے سرے تک پہنچ گئے اُس سے بھی اُوپر یورپ میں داخل ہوئے اِسپین تک پہنچ گئے جبرالٹر یہ جبل الطارق وغیرہ سب مشہور معروف ہیں تو فتوحات بکثرت ہو رہی تھیں تو بعض لوگ اِس خیال سے مسلمان ہو جاتے تھے کہ چلو فائدہ رہے گا اِس میں، تو اُن کو فرمایا گیا کہ اَبھی یہ بات نہیں ہے اَبھی تو اِس درجہ کا نام اِسلام ہے اللہ کی رحمت حاصل ہوگی ضرور بقدرِ اِسلام، اللہ کا اَور آپ کا معاملہ بقدرِ اِسلام ہے۔ اَور اِیمان جس کا نام ہے وہ بڑی چیز ہے وہ اِس کے دِل میں آہستہ آہستہ جب راسخ ہو جائے گی پھر یہ اِیمان والا یا مومن کہلا سکے گا۔

''احسان'' و ''تصوف'' :

یہاں آقائے نامدار ﷺ سے اُس آنے والے نے یہ سوال کیا فَاَخْبِرْنِیْ عَنِ الْاِحْسَانْ اِحسان کے بارے میں مجھے بتلایئے کہ اِحسان کسے کہتے ہیں ؟ اَب قرآنِ پاک میں بھی آیا ہے یَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَهٗ . لِلَّذِیْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰی وَزِیَادَةٌ . اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ تو اِحسان کرنے والو! اَچھائی کرنے والو! ۔تو یہ بات تو صحابہ کرامؓ جانتے تھے۔آنے والے جو صاحب تھے اُنہوں نے جو دریافت کیا وہ اَور الفاظ سے دریافت کررہے ہیں وہ کہتے ہیں کہ اِحسان بتلایئے اِحسان کسے کہتے ہیں یہ بھی میں پوچھنا چاہتا ہوں تو آقائے نامدار ﷺ نے اُس کا جواب دیا اَنْ تَعْبُدَ اللّٰهَ کَاَنَّکَ تَرَاهُ خدا کی عبادت اِس طرح کرو کہ گویا تم اللہ کو دیکھ رہے ہو لیکن یہ تصور بہت مشکل ہے کہ اللہ کو ہم دیکھ رہے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ پاک ہے بہت زیادہ بلند و بالا ہے ہمارے تصورات سے ،اللہ تعالیٰ شکل سے منزہ ہے اَور تمام خوبیوں سے متصف ہے تمام عیبوں سے پاک ہے اِجمالاً تصور کیا جا سکتا ہے اَور کچھ اِس کو صوفیائے کرامؒ بتلاتے ہیں سکھلاتے ہیں جیسے اَنبیائے کرام سے اُنہیں پہنچا اَور اُسی کو وہ تصوف کی تعلیم کا آخری درجہ (اَور سبق گردانتے ہیں) اَور (دُوسری طرف) خدا کی عنایات کا تو کوئی درجہ ہی نہیں مقرر کیا جا سکتا وہ تو چلتی رہتی ہیں عمر بھر، یہ (تصوف) تو ایسے ہے جیسے کوئی نصاب ہو،کوئی کورس پڑھا جائے اُس کی تعلیم کا آخری درجہ یہ (احسان) ہے اُس کے بعد وہ اپنے علم کو کتنا بڑھاتا ہے یا خداوندی عنایات کتنی اُس پر ہوتی ہیں یہ اَلگ چیز ہے۔

اِحسان کی پہلی صورت :

تو سرورِ کائنات علیہ الصلوۃ والسلام نے اِرشاد فرمایا اَنْ تَعْبُدَ اللّٰهَ کَاَنَّکَ تَرَاهُ کہ اللہ کی ایسے عبادت کرو کہ گویا تم اُسے دیکھ رہے ہو، یہ نہیں فرمایا کہ دیکھ رہے ہو[۱] حضرت مجدد صاحبؒ کا ایک جملہ ملتا ہے اُن کے مکتوبات میں بڑا اَچھا ہے وہ یہ کہ حق تعالیٰ کی ذاتِ پاک جو ہے وہ وَرَاءُ الوراء

---

[۱] بلکہ گویا کہ دیکھ رہے ہو یعنی فرض کرنا ہے کہ جیسے دیکھ رہے ہیں کیونکہ حقیقی رؤیت ناممکن ہے۔ (محمود میاں غفرلہٗ)

ہے جو بھی تصور کر لیں آپ وہ آپ کا تصور کہلائے گا اللہ تعالیٰ کی ذاتِ پاک کو یہ سمجھنا چاہیے کہ وہ اِس سے بھی آگے ہے پاکیزگی میں مقدس ہونے میں برتر و بالا ہونے میں جہاں تک اِنسان کا خیال پہنچ سکتا ہے وہ پہنچا لے بس، باقی اِنسان محدود، خیال محدود، طاقت محدود، معلومات محدود، وہ نہیں پہنچ سکتا، آگے عاجزی ہے اَور اِعتراف ہے اُس کی پاکیزگی کا جیسے سُبْحَانَ اللّٰہُ . سُبْحَانَ اللّٰہِ عَمَّا یَصِفُوْنَ . فَسُبْحَانَ اللّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ تصوف کی تعلیم اَور تلقین یہ موجود ہے دُنیا میں اَور اَنبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام سے چلی ہیں اَور صحیح صوفیائے کرامؒ سے یہ چلی آرہی ہے اَور آگے تک چلتی چلی جائے گی، اِنشاء اللہ۔

اِحسان کی دُوسری صورت :

دُوسرا درجہ اَور ہے فَاِنْ لَّمْ تَکُنْ تَرَاہُ فَاِنَّہٗ یَرَاکَ یہ اَگر خیال مشکل ہو جمانا کہ میں اللہ کو دیکھ رہا ہوں کیونکہ جب یہ خیال کریں گے تو کوئی چیز خیال میں لانی پڑے گی اَور جب کوئی چیز خیال میں لائیں گے تو پھر وہ یہ چیز ہوگی وہ پھر منع ہو جائے گی اُس کی نفی کرنی پڑے گی کیونکہ (قرآن پاک میں ہے) لَیْسَ کَمِثْلِہٖ شَیْئٌ اللہ تعالیٰ کی ذاتِ پاک اَور اُس کی صفات جیسی کوئی چیز نہیں ہے تو اُس میں مشکل پڑے گی وہ بغیر (شیخ کامل کی) تلقین کے بغیر مشق کے نہیں ہو سکے گا تو یہ دُوسرا خیال کر لیں آپ کہ اللہ تعالیٰ مجھے دیکھ رہے ہیں فَاِنَّہٗ یَرَاکَ ۔

آقائے نامدار ﷺ نے اِرشاد فرمایا کہ جو عبادت اِس طرح اَدا کی جائے کہ گویا اللہ تعالیٰ مجھ کو دیکھ رہے ہیں اَز اَوّل تا آخر یہ خیال رہا تو پھر وہ عبادت اِحسان کے ساتھ اَدا ہوئی وہ عبادت صحیح طرح اَدا ہوئی وہ اِیمان بھی اِسلام بھی معرفت بھی یعنی اِحسان بھی اُس میں آگیا۔

قیامت کے بارے میں سوال و جواب :

آقائے نامدار ﷺ سے پھر آگے اَور سوال کرتے ہیں کہ فَاَخْبِرْنِیْ عَنِ السَّاعَۃِ قیامت کے بارے میں مجھے بتلایئے۔ اِس پر آقائے نامدار ﷺ نے یہ جواب دیا کہ مَا الْمَسْئُوْلُ

عَنْھَا بِاَعْلَمَ مِنَ السَّائِلِ کہ جتنا تم جانتے ہو بس اُتنا ہی میں بھی جانتا ہوں جو مجھ سے سوال کر رہا ہے جتنا وہ جانتا ہے بس اُتنا ہی میں بھی جانتا ہوں اَور قرآنِ پاک میں بھی ہے اِنَّ السَّاعَۃَ اٰتِیَۃٌ اَکَادُ اُخْفِیْھَا قیامت آنے والی ہے میں اُس کو بالکل ہی چھپانا چاہتا ہوں۔

قیامت کیوں آئے گی ؟

آنے والی کیوں ہے ؟ لِتُجْزٰی کُلُّ نَفْسٍ بِمَا تَسْعٰی تاکہ ہر آدمی کو وہ مِلے جس کے لیے وہ کرتا رہا ہے جدو جہد یا عمل کرتا رہا ہے، نیک عمل کرتا رہا ہے اگر، تو اُس کا سلسلہ بھی جاری رہتا ہے، کسی نے حافظ بنایا اَپنی اَولاد کو آگے اُس نے اپنی اَولاد کو حافظ بنایا یا آگے اُس نے پڑھایا اَور اُس سے سینکڑوں نے فائدہ حاصل کیا تو اَب یہ اِس آدمی کا عمل بھی چل رہا ہے اِس کی اَولاد کا بھی چل رہا ہے یہ نیکیاں چل رہی ہیں کب تک چلیں گی یہ نیکیاں، جب تک قیامت نہ آجائے۔

اِسی طرح برائیوں کا بھی حساب ہے کسی نے برائی اِیجاد کی ایک برائی خود اِیجاد کر کے کی دُوسرے اُس کے بعد دیکھنے والوں نے یا جنہیں اُس نے سکھایا ہے وہ برائی کا کھاتہ اُس کا اَلگ چلتا تھا جیسے کہ قرآنِ پاک میں جو آیا ہے کہ سب سے پہلا قتل جو ہوا ہے وہ حضرت آدم علیہ السلام کے بیٹوں میں جو آپس میں ایک نے دُوسرے کو مارا تھا اَور شہید کر دیا تھا تو یہ سب سے پہلا قتل ہے اَور حدیث میں اِرشاد ہوتا ہے کہ اِلَّا کَانَ عَلَی ابْنِ آدَمَ الْاَوَّلِ کِفْلٌ مِّنْ دَمِھَا جو بھی دُنیا میں ناحق قتل ہوتا ہے اُس کا ایک حصہ گناہ کا جس نے سب سے قتل پہلے کیا ہے اُس کو اِس گناہ میں حصہ پہنچ رہا ہے لِاَنَّہٗ اَوَّلُ مَنْ سَنَّ الْقَتْلَ [1] کیونکہ اُس نے سب سے پہلے بنیاد رکھی ہے اِس کام کی قتل کے طریقے کی کہ دُوسرے کو مار دیا جائے تو جس نے کوئی برائی کا کام شروع کیا ہے بنیاد ڈالی ہے وہ بھی چلے گا اَور گناہ میں وہ شامل رہے گا جیسے کہ نیکیوں میں۔

جو کچھ آپ آج کر رہے ہیں اَب بیٹھے ہوئے سن رہے ہیں نماز پڑھی ہے جو بھی کچھ کر رہے ہیں یہ جتنا کچھ آپ کو مل رہا ہے ثواب اِتنا خود بخود سب کو مل رہا ہے اُوپر تک اَور رسول اللہ ﷺ کو

[1] بخاری شریف کتاب الانبیاء رقم الحدیث ۳۳۳۵

مِل رہا ہے جو کچھ آپ کر رہے ہیں سب کا ثواب اُتنا ہی اُن کو مِل رہا ہے اَور جن جن کے ذریعے جو جو تعلیم پہنچی ہے اُن کو بھی مِل رہا ہے بغیر اِس کے کہ کم ہو یعنی یہ اللہ کے دینے کا ایک طریقہ ہے یہ نہیں ہے کہ یہ حساب ہے کوئی بلکہ بِلا حساب ہے، دینے کا ایک طریقہ ہے بس۔

لیکن گناہ، گناہ کا بھی یہ ہے کہ وہ سبب بنتا ہے ایک دُوسرے کو دیکھ کر گناہ کرتے ہیں نقل کرتے ہیں سیکھتے ہیں آمادہ ہوتے ہیں تو وہ بمنزلِ اُستاذ شاگرد کے ہوتے جا رہے ہیں اُن میں بھی یہ چلے گا تو یہ کھاتے کُھلے ہوئے ہیں اگرچہ اُس کو مرے ہوئے کئی ہزار سال ہو گئے ہیں جس نے پہلا قتل کیا تھا اَور اُس کے علاوہ جنہوں نے نیکیوں کی بنیادیں رکھی ہیں اُنہیں بھی ہزاروں سال ہو گئے ہیں لیکن نیکی والوں کو نیکی کا برائیوں والوں کو برائی کا (حصہ) مِل رہا ہے تو حق تعالیٰ اِس سارے حساب کو جو مسجد اَب بنا گئے جنہوں نے یہ مسجد بنائی ہے جو پڑھ رہے ہیں نماز جب تک مسجد ہے اَور مسجد قیامت تک ہے تو ثواب بھی قیامت تک رہے گا۔ اَب اِس کو ختم کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے یہ رکھ دیا ہے کہ قیامت آجائے گی سب چیزیں ختم اَور سب حسابات رُک گئے پھر دوبارہ اُٹھا کر (زِندہ کر کے) اُسی کے مطابق (کھاتہ) اُس کے ساتھ کر دیا جائے گا۔

دُعائے مغفرت کا فائدہ :

اَور یہ بات کہ خود کچھ نہ کیا ہو یا کم کیا ہو اَور اَجر بہت ملے اُسے خدا کے یہاں، جب اُس کا حساب ہو رہا ہے قبر میں تو نیکیاں زیادہ نہیں ہیں لیکن جب اُٹھتا ہے قیامت کے دِن تو بہت نیکیاں ہوتی ہیں ایسی مثالیں حدیث شریف میں آئی ہیں۔ پوچھے گا خداوند کریم مجھے اِتنا زیادہ ثواب کہاں سے مِل گیا یعنی یہ اُس کے اَنداز سے زیادہ ہے جو اُس نے کیا تھا تو جواب یہ ہوگا کہ بِاسْتِغْفَارِ وَلَدِکَ لَکَ[1] یہ تمہارے بچے جو تھے بیٹا جو تھا وہ تمہارے لیے اِستغفار کرتا رہا ہے اُس سے اِتنا مِل گیا، ایک ہے خرچ کرنا اَور اُس کا ثواب بخش دینا، نماز پڑھنا اُس کا ثواب بخش دینا، روزے نفلی رکھنا اُن کا ثوب بخش دینا اِس سے تو نیکیاں اَور بھی زیادہ ہو جاتی ہیں۔ اَور ایک ہے فقط اِستغفار کرنا جیسے قرآنِ پاک

[1] سنن اِبن ماجہ باب برالوالدین رقم الحدیث ۳۶۶۰

میں طریقہ بتا دیا گیا قرآنِ پاک میں یہ دُعائیں آگئیں رَبِّ اغْفِرْلِیْ وَلِوَالِدَیَّ وَلِمَنْ دَخَلَ بَیْتِیَ مُؤْمِنًا وَّلِلْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ اِس طرح کے اَور بھی کلمات ہیں۔ تو اَولاد بھی نیکی میں زیادتی کا سبب بن جاتی ہے اِن کا اُس کے لیے دُعائے مغفرت کرنا رفع درجات کا سبب بن رہا ہے بلندی درجات کا ذریعہ بن رہا ہے۔

تو حق تعالیٰ نے اِس کھاتے کو ختم کرنے کے لیے کہ جس کی جتنی نیکی ہے وہ بھی رُک جائے اَور جو برائی ہے وہ بھی رُک جائے یہ قیامت قائم فرمانی ہے اُس کے بعد دوبارہ اُٹھیں گے تو بہت کچھ مِلے گا جو کچھ کسی نے کیا ہے لِتُجْزٰی کُلُّ نَفْسٍ بِمَا تَسْعٰی ہر آدمی کو وہ جزا ملے گی جو وہ کرتا رہا۔ اَور اگر جزا سزا کے بغیر رہ جائیں یوں ہی لوگ تو یہ اِنصاف سے بعید ہے۔ ایک آدمی نے دُنیا میں مصائب بہت جھیلی ہیں اُن کا بدل وہ نہیں پا سکا تو اُن کا بدل نہ مِلنا یہ اللہ کی رحمت اَور فضل سے بعید ہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا مجاہدہ اَور نبی علیہ السلام کے آنسو :

اَور اِس کی مثالیں موجود ہیں صحابہ کرامؓ نے ایسے ہی کیا اُنہوں نے اِیمان لانے کے بعد سے وفات تک بالکل بے آرامی کی زندگی گزاری اَور بخوشی گزاری حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کو بہت یاد کرتے تھے بڑے بڑے حضرات، حضرت عبدالرحمن ابن عوف رضی اللہ عنہ عشرہ مبشرہ میں ہیں وہ یاد کرتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے اُن کا پہلا زمانہ دیکھا تھا ریشمی کپڑے ہوتے تھے ریشمی بستر ہوتا تھا ریشم تھا اَوڑھنا بچھونا اَور مدینہ طیبہ میں جب وہ آگئے رسول اللہ ﷺ سے پہلے آگئے تھے تبلیغ کرتے رہے اِیمان کی دعوت دیتے رہے لوگ مسلمان ہوتے چلے گئے جب رسول اللہ ﷺ بھی مدینہ منورہ پہنچے ہیں ہجرت فرما کر تو ایک دِن اُن کو دیکھا کہ اُن کے کپڑوں میں چمڑے کا پیوند ہے کپڑے کا نہیں تو چمڑا ہر ایک کو ہر جگہ مِل سکتا ہے وہ راستہ میں پڑا ہوا بھی مِل جاتا ہے کسی بھی جانور کا ہوسکتا ہے اُس کا ہی کپڑے میں لگا لیا تو رسول اللہ ﷺ برداشت نہیں کر سکے اَور مبارک آنکھوں سے آنسو جاری ہوئے

اِنہوں نے ہی پوچھا کیا وجہ ہے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تمہارا پہلا زمانہ جو تھا اَور اَب یہ دَور جو ہے اِس کا موازنہ اِس کا تفاوت اَور یہ کہ تم کتنی مشکلات میں اَب گزر رہے ہو یہ خیال کر کے مجھے آنسو آگئے تو اِنہوں نے عرض کیا لیکن میں اِس حالت میں زیادہ خوش ہوں، یہ رسول اللہ ﷺ کو خوش کرنے کے لیے بھی کہا اَور حقیقت بھی یہی تھی کہ اُس حالت کی بہ نسبت اِس حالت میں اِنہوں نے کہا میں زیادہ خوش ہوں اِسی حالت پر رہے کہ ایک لڑائی ہوگئی بدر کی، دُوسری لڑائی ہوگئی اُحد کی، دُوسرے سال اُحد کی لڑائی میں وہ شہید ہوئے جب شہید ہوگئے تو اِتنا کپڑا میسر نہیں تھا کہ جو پورا کفن ہو سکے سر ڈھانپتے تھے تو پاؤں کھل جاتے تھے پاؤں ڈھانپتے تھے تو سر کھل جاتا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ سر تو ڈھانپ دو کپڑے سے پاؤں ڈھانپ دو گھاس سے اِس طرح سے دفن ہوئے۔ [1] تو اِنہوں نے کوئی دِن (ظاہری) عیش و آرام والا تو پایا ہی نہیں اِسلام سے لے کر شہادت کے دَور تک (اَلبتہ رُوحانی و قلبی اِطمینان کی وجہ سے خوش رہتے تھے)۔

اَور اَب بھی اِن دو حضرات کی قبریں وہاں نمایاں ہیں حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ اَور اُن کے برابر حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کی اَور باقی جو شہدائے اُحد ہیں اُن کی قبریں اَلگ اَلگ نمایاں نہیں رہیں وہ سب ایک ہیں ایک چبوترا ہے بنا ہوا بس اُس میں ایک سی زمین ہے لیکن اِن دو حضرات کی قبریں اللہ کی شان ہے کہ ممتاز ہیں اَبھی تک موجود ہیں اُن کی نشانیاں علامتیں ہیں۔

قیامت اَور دیگر تمام جزئیات کا حتمی علم صرف اَللہ کے پاس ہے :

تو اللہ تعالیٰ کی حکمت ہے یہ کہ قیامت آئے لیکن کب آئے گی یہ اُس نے نہیں بتایا سب کچھ بتا دیا اِس طرح آئے گی یہ ہوگا یہ ہوگا ایسے گزرے گی کیفیت یہ ہوگی شکل یہ ہوگی اُس کے لیے فرشتہ اَلگ ہے وغیرہ وغیرہ سب بتا دیا وقت نہیں بتایا کہ وقت کیا ہوگا اُس کا۔ تو (جو صاحب سوال کرنے والے تھے) اُنہوں نے قیامت کے متعلق پوچھا تو اُس کا آقائے نامدار ﷺ نے یہ جواب دیا **مَا الْمَسْئُوْلُ عَنْهَا بِاَعْلَمَ مِنَ السَّائِلِ** جتنا پوچھنے والا جانتا ہے اُتنا ہی میں بھی جانتا ہوں اُس

[1] بخاری شریف کتاب الجنائز رقم الحدیث ۱۲۷۶

سے زیادہ نہیں جان سکتا یہ خداوند کریم کی حکمت ہے کہ اُس کا علم اُس نے اپنے پاس ہی رکھا ہے اَلبتہ ''علم بالجزئیات'' یعنی کسی کی جزئیات کا علم بذریعہ کشف ہو جانا ایسا ہوتا آیا ہے بزرگانِ دین میں لیکن تمام جزئیات کا علم کسی کو حاصل ہو قطعی طور پر نہیں ہوسکتا ایسا علم صرف اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے کہ تمام مخلوقات کیڑوں سمیت جو برسات میں خود بخود پیدا ہوجاتے ہیں اَور خود بخود دفنا ہوجاتے ہیں اللہ تعالیٰ نے اُن کے لیے اِس طرح کا ایک مادّہ رکھا ہے کہ اُس قسم کی آب وہوا جب آئے گی تو وہ پیدا ہوجائیں گے بے حساب، اُن سب کا کھانا پینا رہنا سہنا جو شمار سے باہر ہے پیمانہ ہی نہیں عدد ہی کوئی نہیں اُس کا وہ سب پتہ اللہ کو ہے وہ خالق ہے اُن کا، وہ رازِق ہے اُن کا، محی ہے ممیت ہے یہ سب چیزیں صرف اللہ تعالیٰ کے علم میں ہیں۔

باقی اَور کوئی نہیں جان سکتا کیونکہ اَور کوئی رب تو ہے بھی نہیں، ہیں تو سب مخلوقات ہی، یا رب کی طرف رَاہ دکھانے والے رب کے فرستادہ ہیں رب کے مقرب ہیں، رب نہیں ہیں اللہ تعالیٰ کی ذات پاک جو ہے رب العالمین ہے پروردگار ہے پالنے والی ہے خالق ہے مصور ہے **لَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى** تو اللہ تعالیٰ کی ذاتِ پاک کے ساتھ یہ خاص ہے یہ آقائے نامدار ﷺ نے جواب دیا اَور پھر علامات آرہی ہیں کہ علامات یہ ہیں قیامت کی۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو صحیح عقائد پر قائم رکھے اَور آخرت میں رسولِ کریم علیہ الصلوۃ والسلام کے ساتھ محشور فرمائے، ہمارے اعمال کو شرفِ قبولیت عطاء فرمائے۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ. اِختتامی دُعاء............

علمی مضامین سلسلہ نمبر ۵۰

"اَلحامد ٹرسٹ" نزد جامعہ مدنیہ جدید رائیونڈ روڈ لاہور کی جانب سے شیخ المشائخ محدثِ کبیر حضرت اَقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بعض اہم خطوط اور مضامین کو سلسلہ وار شائع کرنے کا اہتمام کیا گیا ہے جو تا حال طبع نہیں ہو سکے جبکہ ان کی نوع بنوع خصوصیات اس بات کی متقاضی ہیں کہ افادۂ عام کی خاطر اِن کو شائع کر دیا جائے۔ اسی سلسلہ میں بعض وہ مضامین بھی شائع کیے جائیں گے جو بعض جرائد واخبارات میں مختلف مواقع پر شائع ہو چکے ہیں تاکہ ایک ہی لڑی میں تمام مضامین مرتب و یکجا محفوظ ہو جائیں۔ (ادارہ)

سوالات وجوابات

﴿ حضرتؒ کا یہ مکتوب کسی نامعلوم عزیز کے مختلف النوع سوالات کا جواب ہے ﴾

(ا) مقتولہ کے وارثوں کو اَور اِسی طرح مقتول کے وارثوں کو صرف قصاص کے مطالبہ کا حق ہوتا ہے۔ اِس کے مقابلہ میں جواباً قاتل دیت کی پیشکش کرتا ہے پھر چاہے مقتول یا مقتولہ کے ورثہ اِسے قبول کریں چاہے رَد کر دیں اَور قصاص ہی لیں، ایسی صورت میں عورت کے بدلہ میں مرد کو اَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ کے حکم کے تحت قصاصًا قتل ہی کیا جائے گا۔

(الف) لیکن اگر مقتولہ کے وارث عورت کی دیت مان جاتے ہیں تو وہ بالاجماع نصف ہوگی اُس کے مالی حقوق وراثت میں بھی نصف چلتے ہیں۔

لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ اور فَاِنْ كَانَ لَهُنَّ وَلَدٌ فَلَكُمُ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْنَ.

فَاِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثُّمُنُ مِمَّا تَرَكْتُمْ.

(ب) عورت کے قاتل کا اَگر بالکل پتہ نہ چل سکے تو دیت بیت المال (اِسٹیٹ بینک) دے گا اَور وہ اُتنا دیتا ہے جتنی اُس کی آمدنی ہو۔ عورتوں سے آمدنی مرد سے نصف مان لی جائے تو بھی واقعہ کے اِعتبار سے زیادہ ہوگی۔

(ج) جناب بزنجو صاحب، جو کٹر سُنی حنفی ہیں فرمانے لگے کہ عورت کے سر گھر کے سارے

کام اَور بچوں کی پرورش ہوتی ہے وہ مرد کے برابر ہی کام ہو جاتا ہے۔ میں نے کہا شرعًا اُس کے ذمہ یہ کام نہیں ہے حتی کہ بچہ کو دُودھ پلانا بھی اُس کے ذمہ شریعت نے فرض نہیں بتلایا وہ اَگر اِنکار کر دے تو مرد کو دُودھ پلانے والی رکھنی پڑے گی اِسی طرح گھر کے کاموں کا سنبھالنا اُس کے ذمہ فرض نہیں کہ وہ جھاڑو برتن کپڑے روٹی سالن سب کام اپنے ہاتھ سے کرے، گھر مرد کا ہے تو وہ خود نوکر رکھ کر یہ کام کرائے۔

یہ اَلگ بات ہے کہ ہمارے یہاں رواجًا عورتیں کرتی ہیں اَور دِل سے کرتی ہیں لہٰذا نہ تو اُن کے ذمہ کمانا ہے نہ خرچ کرنا یہ سب مرد کے ذمہ ہے عورت کے ذمہ نگرانی ہے، کوئی اَگر شوہر کی اِجازت سے کماتی ہے تو اُسے اِختیار ہے وہ شرعًا مجبور نہیں ہے لہٰذا حقوقِ مالیہ میں بہت سی جگہ اِس کا حصہ نصف کر دیا گیا۔

غرض عورت کی دیت نصف ہی آئی ہے اَور یہ بالا جماع ہے اِس پر سب ائمہ کا اِتفاق ہے۔

(۲) مجموعہ تورات و اَناجیل میں حضرت سلیمان علیہ السلام کی سات سو باندیوں اَور تین سو بیبیوں کا ذکر ہے۔ ماسٹر محمد اَمین صاحب اَوکاڑوی نے یہ حوالہ دیا ہے (میں منگا رہا ہوں) ایسے ہی اُنہوں نے حضرت داؤد علیہ السلام کی باندیوں کا ذکر کیا۔ اِنجیل میں اِس کا نسخ شاید ہی ہو اَور جواز بھی شاید ہی ہو (کیونکہ حضرت عیسٰی علیہ السلام کی تو شادی بھی نہیں ہوئی تھی کہ اُنہیں آسمان پر اُٹھا لیا گیا تھا اِس لیے عیسائیوں نے رہبانیت اِیجاد کی۔ ہماری کتابوں میں ہے کہ وہ آئیں گے شادی کریں گے اُن کے اَولاد بھی ہوگی) اَلبتہ عیسائیوں نے باندیاں برابر رکھی ہیں اُسد الغابہ میں ہے کہ مقوقس جو اِسکندریہ کا بادشاہ تھا عیسائی تھا اُس نے ہی ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا اَور اُن کی بہن سیرین اَور ایک غلام مابور اَور ایک خچر اَور ریشمی جوڑا ہدیۃً بھیجے تھے۔ ماریہ اُم ولد رہیں اَور آپ نے سیرین حضرت حسان رضی اللہ عنہ کو دے دی تھیں اِن سے عبدالرحمٰن بن حسان پیدا ہوئے۔ محمد اِبن اِسحاق رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ مقوقس نے چار باندیاں بھیجی تھیں۔ یہ ۸ھ میں آئی تھیں، ۱۶ھ میں وفات پائی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی اَور بنفس نفیس لوگوں کو جنازے کے لیے اَکٹھا کرتے رہے یہ اُمِ ولد ہی رہی ہیں اِنہیں آزاد

کرنے کا ذکر نہیں ملا۔

☆ اُولٰئِکَ یُبَدِّلُ اللّٰہُ سَیِّئَاتِہِمْ حَسَنَاتٍ میں دونوں قول ہیں کہ پچھلے گناہ معاف کردے گا اور برائی کی جگہ نیکیوں کی توفیق دے گا یا توبہ کی برکت سے اُن کی تعداد کے مناسب نیکیاں عطاء فرمائے گا جیسے کہ وہ عمل کے بغیر عمل کا ثواب عطاء فرمادیتا ہے مثلاً بیمار کو اور مسافر وغیرہ کو۔

☆ لَلَبِثَ فِیْ بَطْنِہٖ اِلٰی یَوْمِ یُبْعَثُوْنَ سے میں تو یہ سمجھا ہوں کہ اُن کا جسم مبارک سالم رہتا تب ہی تو اُس کے پیٹ میں ہمیشہ رہتا بلکہ آپ کی وجہ سے مچھلی کا جسم بھی جو بمنزلہ قبر کے ہوتا سالم اور محفوظ رہتا۔

☆ مولانا محمد طفیل صاحب ایک مرتبہ مرادآباد میں محلّہ مغلپورہ کے گھر میں ہمارے یہاں آئے تھے تو مجھے اِتنا یاد ہے کہ دادی صاحبہ نے اُن سے پردہ نہیں کیا تھا تھوڑی دیر معمولی گھونگھٹ کیا تھا۔ نہ معلوم اُنہوں نے کیا لکھ دیا ہے کہ مولانا اِدریس صاحب مرحوم سے ذکر آیا تو اُنہوں نے لَعْنَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہِ کہا۔ مجھے رشتہ معلوم نہیں بھائی اَحمد میاں صاحب کو لکھ کر پوچھوں گا اِنشاء اللہ۔

☆ جنت میں شہداء وغیرہ کی اَرواح اَب بھی جاتی ہیں فِیْ حَوَاصِلَ طَیْرٍ خُضْرٍ تَسْرَحُ فِی الْجَنَّۃِ حَیْثُ شَائَتْ . اور اُن کا مستقر تحت العرش قنادیل ہیں اِسی طرح کفار کی رُوحیں جہنم میں ہیں مِمَّآ خَطِیْئٰتِہِمْ اُغْرِقُوْا فَاُدْخِلُوْا نَارًا اور اَدْخِلُوْا اٰلَ فِرْعَوْنَ اَشَدَّ الْعَذَابِ وغیرہ لیکن جسمانی داخلہ دونوں کا قیامت کے بعد ہوگا۔

☆ ''برزخ'' موت کے بعد سے لے کر قیامت تک کے درمیانی عرصہ کا نام ہے کسی جگہ کا نام نہیں ہے وَمِنْ وَّرَآئِہِمْ بَرْزَخٌ اِلٰی یَوْمِ یُبْعَثُوْنَ .

☆ معراج میں جو مشاہدات ہوئے وہ رُوحانی [۱] تھے اور کچھ مبشرات تھیں جیسے جنت میں حضرت بلالؓ کے چپلوں کی آواز [۲] وغیرہ۔

---

[۱] اگرچہ معراج جسم و رُوح کے ساتھ ہوئی مگر چونکہ مشاہدات کا اِدراک بذریعۂ حواس رُوح کو ہوتا ہے اِس لیے ''رُوحانی'' فرمایا۔ [۲] یہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے اِعتبار سے اُن کے حق میں بشارت تھی۔

عقائد کے رسالہ کے بارے میں اَخبار میں آیا تھا کہ پابندی لگادی گئی ہے، واللہ اعلم کیوں۔

☆ فضائلِ ذکر مشکوۃ میں کتاب الصوم کے بعد ہیں پہلے فضائل القرآن اَور پھر فضائل ذکر کے باب ہیں مشکوۃ شریف بھیج رہا ہوں اَلَا اُنَبِّئُکُمْ بِخَیْرِ اَعْمَالِکُمْ (فصل ثانی میں ہے ص۱۹۸)

☆ نفلیں یعنی سنن مؤکدہ حدیثوں میں آئی ہیں ترمذی شریف میں بھی جمعہ کی نوافل مثلاً موجود ہیں۔

☆ اِبن زیاد کے سر میں سانپ کا داخل ہونا ترمذی میں ہے جلد دوم کے آخر میں مناقب الحسن والحسین میں۔ مناقبِ جعفر رضی اللہ عنہ کے بعد اَور مناقبِ اہلِ بیت سے پہلے حجاج کے مظالم اَبواب الفتن ج ۲ میں ہیں۔ اِسی میں حدیثِ سفینہ ہے بَلْ هُمْ مُلُوْکٌ مِّنْ شَرِّ الْمُلُوْکِ .

☆ مِثْلُ الْمُلُوْکِ عَلَی الْاَسِرَّةِ کی روایت ترمذی ج ۱ میں اَبواب فضائل الجہاد میں ہے بَابُ مَاجَاءَ فِیْ غَزْوِ الْبَحْرِ اَور یہ بخاری شریف میں بھی ہے۔ میں ترمذی شریف بھی بھیج رہا ہوں۔

والسلام

سیّد حامد میاں غفرلہٗ

مخیّر حضرات سے اَپیل

جامعہ مدنیہ جدید میں بحمد اللہ چار منزلہ دارُالاقامہ (ہوسٹل) کی تعمیر شروع ہو چکی ہے پہلی منزل پر ڈھائی کروڑ روپے کی لاگت کا تخمینہ ہے، مخیّر حضرات کو اِس کارِ خیر میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے کی دعوت دی جاتی ہے، اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔ (اِدارہ)

قسط : ۲۱

اَنفاسِ قدسیہ

قطبِ عالم شیخ الاسلام حضرت مولانا سیّد حسین احمد صاحب مدنیؒ کی خصوصیات

﴿ حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمن صاحبؒ بجنوری ﴾

فاضل دارُالعلوم دیوبند و خلیفہ مجاز حضرت مدنیؒ

اَب ہم آپ کے سامنے حضرت شیخ الاسلامؒ کے سلوک اَور تصوف کو سلاسلِ طیبہ سے ذکر کرتے ہیں۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

اِن گرانمایہ نعمتوں میں سے یہ عظیم الشان نعمت بھی ہے کہ ۱۳۱۶ھ ماہِ شعبان میں جبکہ میں تقریبًا تمام کتبِ دَرسیہ اَور اُن کے آخری اِمتحان سے فارغ ہوا تھا اَور اِس مہینے کی آخری تاریخوں میں حضرت والد صاحب مرحوم و مغفور نے سفرِ حجاز کا مع اپنے جملہ متعلقین کے اِعلان کر دیا تھا بہ اِشارہ حضرت شیخ الہند قدس اللہ سرہ العزیز و باصرار برادر بزرگ مولوی محمد صدیق صاحب مرحوم آستانہ حضرت قطب الاقطاب سرگروہ اَولیاء اللہ سیّد العارفین اِمامِ زماں رشید اَحمد صاحب حنفی اَنصاری چشتی صابری.....نقشبندی قادری سُہروردی قدس سرہ العزیز پر حاضر ہوا اَور بوسیلۂ حضرت اُستاذ جناب مولانا حبیب الرحمن صاحب دیوبندی مرحوم و مغفور اِستدعاءِ بیعت طریقت و اِرشاد پیش کی۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے بِلا چوں وچرا دَرخواست قبول فرما کر سلاسلِ اَربعہ میں بیعت فرمالیا اَور اِرشاد فرمایا کہ چونکہ تو مکہ معظّمہ جا رہا ہے اَور وہاں حضرت مرشد قطب العالم سیّد العارفین مولانا اَلحاج اِمداد اللہ صاحب قدس سرہ العزیز موجود ہیں اُن ہی سے ذکر و شغل کی تلقین حاصل کر لینا چنانچہ اُسی روز وہاں سے روانہ ہوکر دیوبند ہوتا ہوا وطن مولوف پہنچا۔

خدا کے فضل وکرم سے اِس بیعتِ مبارکہ کے آثار اُسی دِن سے میں اپنے میں پانے لگا رُویائے صالحہ کا سلسلہ بھی جب ہی سے شروع ہوگیا۔ چونکہ اُس زمانہ میں سفرِ حجاز کے لیے صرف بندر چاٹ گام (بنگال) کھلا ہوا تھا سواحل وغیرہ پر طاعون کی زور شور کی بناء پر قرنطینیوں کی بھی سختیاں تھیں اِس لیے بہت زیادہ زمانہ مکہ معظّمہ تک پہنچنے میں صرف ہوگیا یہاں تک کہ آخری ماہ ذیقعدہ ۱۳۱۶ھ میں تین ماہ متواتر سفر میں گزارنے پر مکہ معظّمہ پہنچتا ہوا بعد اَز اِنتظام اِقامت ضروریاتِ مناسک حضرت سیّد العارفین قطب العالم جناب حاجی اِمداداللہ صاحب قدس اللہ سرہ العزیز کی بارگاہ میں شرفیابی کی نعمت حاصل ہوئی۔ حضرت حاجی صاحبؒ موصوف سے مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کا بیعت فرمانے کے بعد اِرشادِ تلقین کو حضرت رحمۃ اللہ علیہ پر محمول فرمادینا مع دیگر پیغامات ذکر کیا۔

حضرت حاجی اِمداداللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے نہایت شفقت فرمائی اَور پاس اِنفاس کی تلقین کرنے کے بعد اِرشاد فرمایا کہ ہر روز بوقتِ صبح ہمارے یہاں حاضر ہوا کرو اَور یہی عمل کیا کرو۔ اُس زمانہ میں روزانہ تقریبًا آٹھ بجے صبح سے دَس گیارہ بجے تک اُذنِ عام ہوتا تھا۔ مولانا محبّ اللہ صاحب مرحوم مثنوی شریف پڑھا کرتے تھے چنانچہ حسبِ اِرشاد رَوزانہ حاضر ہوتا رہا۔ حج وعمرہ کے مناسک سے فارغ ہونے پر اَواخر ذی الحجہ ۱۳۱۶ھ میں بوقتِ روانگی قافلہ مدینہ منورہ بعد اَز ظہر حاضر ہوا اگرچہ وہ وقت عام اِجازت کا نہ تھا مگر حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے بارگاہ میں بُلا لیا باجودیکہ اُس وقت بہت نحیف تھے پلنگ پر لیٹے ہی رہا کرتے تھے پہنچنے پر بیٹھ گئے اَور غایتِ شفقت سے پاس بُلا کر میرے اَور بھائی سیّد اَحمد صاحب کے سر پر اپنے دونوں ہاتھوں کو پھیر کر فرمایا کہ تم کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کیا چونکہ اِس اِرشاد پر میں نے سکوت کیا تھا فرمایا کہ کہو میں نے قبول کیا۔ حسبِ اِرشاد دونوں نے یہ کلمات کہے وہاں سے رُخصت ہوکر تبریز کی جگہ (بیرونِ مکہ معظّمہ جہاں پر قافلہ روانگی کے وقت جمع ہوا کرتا تھا) پہنچا وہی تین دِن گزرے تھے کہ منزل رابع کی شب میں جنابِ سرورِ کائنات علیہ الصلوۃ والسلام کی زیارت

باسعادت خواب میں نصیب ہوئی یہ سب سے پہلی زیارت آنحضرت علیہ السلام کی تھی۔

آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیکھ کر قدموں پر گر گیا۔ آپ ﷺ نے اِرشاد فرمایا کہ کیا مانگتا ہے؟ میں نے عرض کیا کہ حضرت جو کتابیں میں پڑھ چکا ہوں وہ یاد ہو جائیں اَور جو نہیں پڑھی ہیں اُن کے متعلق اِتنی قوت ہو جائے کہ مطالعہ میں نکال سکوں، آپ ﷺ نے فرمایا یہ تجھ کو دیا۔

محرم الحرام ۱۳۱۷ھ کی اِبتدائی تاریخوں میں مدینہ منورہ پہنچا وہاں قیام گاہ اَور معیشت کے اِس قدر اُلجھاؤ پڑے کہ حضرت حاجی صاحب قدس اللہ سرہٗ العزیز کے تعلیم کردہ شغل پر عمل نہ کر سکا۔ فقط مکہ معظّمہ کے قیام کی مدت میں اِس پر عمل پیرا رہا، بالآخر اُسی سال ماہِ جمادی الثانیہ میں حضرت حاجی صاحب قدس اللہ سرہٗ العزیز کا وصال ہوگیا۔ اِس کے بعد مجھ کو شوقِ سلوک پیدا ہوا تعلیم کردہ شدہ ذکر کو مسجد نبوی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں کیا کرتا تھا مگر چونکہ بدن میں حرکت پیدا ہوتی تھی اِس لیے لوگوں کے مطلع ہونے کا خیال اِس اَمر کا باعث ہوا کہ شہر کے قریب ''مسجد اِجابہ'' بعض اُفتادہ کھجوروں کی جھاڑیوں میں جا کر تنہائی میں جب تک جی لگے ذکر کیا کروں۔

چنانچہ اِس حالت پر ایک زمانہ گزر گیا اِس اَثناء میں جو رُؤیائے صالحہ اَور حالتیں پیش آتی تھیں گنگوہ شریف حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی بارگاہ میں بذریعہ مکاتیب پیش کرتا رہتا تھا۔

لطائفِ بیکراں کے ساتھ ہمیشہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ جوابات میں مفید اِرشادات کے ساتھ اِعانت فرماتے رہے اِس اَثناء میں ایک مرتبہ خواب دیکھا کہ گیارہ حضرات اَولیاء اللہ میں سے تشریف لائے ہیں اَور فرمایا کہ ہم تجھ کو اِجازت دیتے ہیں۔

ایک مرتبہ میں خواب میں دیکھا کہ حضرت اِبراہیم بن اَدہم ایک کرسی پر بیٹھے ہیں میں خدمت میں حاضر ہوا تو ایک تہائی ایک کھجور کا عنایت فرمایا کہ باقی دوثلث دُوسرے مشائخِ طریقت کے ذریعہ سے تجھ کو دیے جائیں گے۔ اِس قسم کے بہت سے خواب دیکھے۔

بالآخر ۱۳۱۸ھ کے رمضان یا شوال میں کرامت نامہ پہنچا کہ تجھ کو ایک مہینے کے لیے گنگوہ آنا چاہیے۔ اِس پر حضرت والد مرحوم نے اِرادہ فرمایا کہ صرف مجھ کو گنگوہ شریف بھیجیں بڑے بھائی صاحب مرحوم کو وہاں کی حاضری کا شوق تھا وہ ذیقعدہ ۱۳۱۸ھ میں خفیہ طریقہ پر بقصدِ حاضری گنگوہ شریف روانہ ہوگئے۔ اگرچہ والد صاحب کا قصد یہ تھا کہ بعد اَز حج جبکہ قوافل مدینہ منورہ سے جدّہ واپس ہوں گے اُس وقت مجھ کو بھیجیں گے مگر بھائی صاحب کی تنہائی کی بناء پر حکم فرمایا کہ خود بھی اَبھی چلا جا چنانچہ میں براہِ ینبع جدّہ پہنچا تو معلوم ہوا کہ بھائی صاحب مرحوم کو جہاز نہ ملنے پر اَور حج کے قریب ہوجانے کی بناء پر مکہ معظّمہ چلے گئے ہیں اَور وہاں ہی مقیم ہیں۔

بالآخر میں بھی مکہ معظّمہ پہنچا اَور نعمتِ حج وعمرہ سے فیضیاب ہونے کی تاریخوں کے بعد جدہ دونوں واپس ہوئے مگر دَخانی جہازوں کا اِس سال کرایہ اِس قدر گراں تھا کہ ہم دونوں کے پاس کی مقدار ہرگز کافی نہ تھی بالآخر اَوائل محرم ۱۳۱۹ھ میں بادبانی جہاز (بغلہ) مسقط جانے والا مِلا جس نے تقریبًا سوا مہینے کے بعد مسقط پہنچایا مسقط ہر ہفتہ میں ایک دَخانی جہاز جاتا تھا تقریبًا ایک ہفتہ قیام کرنے کے بعد وہ جہاز آیا۔ سوا دَو روپیہ فی ٹکٹ پر کراچی پہنچنا ہوا اَور پھر اَوائل ماہِ ربیع الاوّل میں گنگوہ شریف کی حاضری نصیب ہوئی، اِس اَثناء میں تمام راہ میں میرے مشاغلِ سلوک برابر جاری رہے اَور بفضلہٖ تعالیٰ رُویائے صالحہ اَور مختلف اَحوال وارِد ہوتے رہے۔ گنگوہ شریف پہنچے پر حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے بہت زیادہ عنایت فرمائی اَور والد صاحب مرحوم کے خطوط سے چونکہ حضرت کو پوری کیفیت معلوم ہوچکی تھی اِس لیے یہاں اِنتظار تھا۔

بھائی صاحب مرحوم سہارنپور سے بالا بالا حاضرِ خدمت ہوئے اَور میں نے عرض کیا کہ میں پہلے دیوبند جاؤں گا وہاں سے خدمت اَقدس میں حاضر ہوں گا، بھائی صاحب مرحوم سے حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ تم دونوں کے لیے ہم نے ایک ایک جوڑا کپڑا تیار رکھا ہے مگر حسین احمد کے

حاضر ہونے کے بعد دُوں گا چنانچہ جب میں دیوبند سے براہِ نانوتہ پیدل حاضر ہوا تو وہ جوڑے جو کہ اَبھی جدید تھے ہر ایک کو عطا کیے گئے چونکہ اُن میں کرتا پاجامہ ٹوپی ہی تھی اِس لیے بھائی صاحب مرحوم نے عرض کیا کہ حضرت ہم دونوں اپنے اپنے عمامے لاتے ہیں اَور پیش کر دیتے ہیں جناب اُن کو بھی ہمیں دے دیں، فرمایا اُس کو پھر دیکھا جائے گا۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے بکمالِ شفقت آخری شغل سلوک تلقین فرمایا۔ میں نے اپنی اُن رُویاء کو جو کہ راستہ میں دیکھی تھیں، تنہائی میں پیش کیا جن میں سے ایک یہ تھی کہ میں حضرت قطب العالم حاجی اِمداد اللہ صاحب مرحوم کی بارگاہ میں حاضر ہوا ہوں اِس سے پہلے ایک مقدار کھجوروں کی حضرت کے یہاں بطورِ ہدیہ پیش کر چکا ہوں تو حضرتؒ نے فرمایا کہ تو آکر اِن کھجوروں کو خود تقسیم کر دے۔ میں نے عرض کیا کہ حضرت یہ کھجوریں تو میں آپ کے لیے لایا ہوں میری یہاں تو اِس کی دُکان ہے۔ اُس زمانہ میں مدینہ منورہ میں وسائلِ معاش کے لیے دُکان کی گئی تھی اَور کھجوریں بھی ذخیرہ کی گئیں تھیں کہ موسم حج میں فروخت ہوں گی، حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اِرشاد فرمایا کہ نہیں میں جانتا ہوں کہ ہندوستان میں کن مشقتوں سے یہ کھجوریں حاصل ہوتی ہیں۔

مولانا گنگوہی قدس اللہ سرہ العزیز نے اِس خواب کو سن کر اِرشاد فرمایا کہ حضرت حاجی صاحب قدس اللہ سرہ العزیز کے یہاں سے تجھ کو اِجازت ہوگئی میرے یہاں سے بھی عنقریب ہو جائے گی۔ (چونکہ طلب اِجازت وخلافت میرے وہم وگمان میں بھی نہ تھی میں نے عرض کیا کہ حضرت میں تو اِس کا خواستگار نہیں ہوں) اِس پر غالبًا سکوت فرمایا، بارگاہِ رشیدی کی حاضری میں بفضلہٖ تعالیٰ واردات اَور معنوی نعمتیں بہت زیادہ حاصل ہوتی رہیں۔

ایک شب پندرہ سولہ دِن کے بعد بعد اَز عشاء جبکہ میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی پیٹھ دَبا رہا تھا۔ بین النوم والیقظہ کی حالت طاری ہوئی اَور سنایا گیا کہ ایک شخص کہتا ہے کہ تجھ کو چالیس دِن کے بعد

اِجازت ہوگی اُس رُویاء کے بعد ٹھیک چالیس دِن گزرنے پائے تھے کہ حضرت رحمہ اللہ نے بعد اَز عصر اِرشاد فرمایا کہ اپنے اپنے عمامے لے آؤ، بھائی صاحب نے دونوں عمامے حاضر کیے۔ حضرت رحمہ اللہ نے دونوں کو اپنے پاس بٹھا کر اپنے دستِ مبارک سے عمامے باندھے اُس کے چند منٹوں کے بعد بھائی صاحب سے فرمایا کہ جانتے ہو یہ کیسی دَستار تھی بھائی صاحب مرحوم نے فرمایا کہ دستارِ فضیلت تھی فرمایا کہ نہیں یہ دَستارِ خلافت تھی تم دونوں کو میری طرف سے اِجازت ہے۔

اِس کے بعد کچھ عرصہ خدمتِ اَقدس میں رہنا ہوا مگر قسمت نے یاوری نہ کی اَور بہت جلد اِفتراقِ جسمانی کی نوبت آگئی۔ اَفسوس کہ اپنی تن پروری اَور نفس پرستی کاہلی اَور غفلت ہمیشہ میدانِ عمل میں سدِّ راہ ہوتی رہی جس کی بناء پر ہر طرح ناقص ہی رہا ورنہ نعماءِ اِلٰہیہ نے کبھی بخل نہ فرمایا اَور نہ حضرت مرشد قدس اللہ سرہٗ العزیز کی توجہات اَور حضرت شیخ الہند قدس اللہ سرہٗ العزیز کی برکات نے اِضافہ سے کوئی کوتاہی کی۔

سودہ گشت اَز سجدۂ راہِ تباں پیشانیم
چند برخود تہمت دین مسلمانی نہم

حضرت شیخ الہند قدس اللہ سرہٗ العزیز کی خدمت میں اگرچہ زیادہ رہنا نصیب ہوا مگر وہاں بھی باوجود یکہ اُن کی توجہات بے غایات کے اپنی عاقبت نا اَندیشیوں اَور نالائقیوں نے گل کھلانے میں کمی نہ کی، غرض کہ حقیقی معنوں میں اپنے اَسلاف اَور اَکابر کرام کے لیے ننگ اَور عار ہی رہا اَور حضراتِ اہل چشت اَور دیگر مشائخ اہلِ طریق کا صحیح معنوں میں بدنام کرنے والا۔ تاہم مجھ کو اَفضالِ خداوندی سے بہت زیادہ اُمیدیں ہیں کہ مثل سگِ اَصحابِ کہف مجھ کو اپنے اَولیاء اللہ کے فیوض سے مستفید ہونے کا موقع عنایت فرمائیں گے اَور اپنے دوستوں اَور بھائیوں سے اُمیدوار ہوں کہ وہ اپنی دعواتِ صالحہ اَور توجہات وہمم سے اِس رُوسیاہ ننگِ خاندان کی دستگیری فرمائیں گے۔ (جاری ہے) ☆☆☆

قسط : ۷

پردہ کے اَحکام

﴿ اَز افادات : حکیم الامت حضرت مولانا اَشرف علی صاحب تھانویؒ ﴾

"پردہ" اِنسان کی فطری ضرورت ہے، سلیم الفطرت عورت کی حیاء وشرم کا طبعی تقاضا ہوتا ہے کہ اَپنوں کے سوا غیروں سے پردہ میں رہے بلکہ ایک حد تک اِنسان کا اپنے کو پردہ میں رکھنا اِنسانیت کا فطری تقاضا ہے۔

اِس مجموعہ میں حضرت حکیم الامت تھانویؒ کے جملہ اِفادات، ملفوظات، مواعظ، تصانیف فتاوی کو کھنگال کر پردہ سے متعلق جملہ ضروری مباحث کو عقل و نقل کی روشنی میں بیان کیا گیا ہے جس کو پڑھنے سے اَندازہ ہو سکے گا کہ واقعتاً پردہ اِنسان کی فطرت و عقل کا تقاضا ہے۔ نیز پردہ کی مشکلات، ضرورت کے مواقع، ایک گھر میں رہتے ہوئے پردہ کی دُشواریاں اَور اُس کا حل وغیرہ وغیرہ ضروری مباحث کو تفصیل سے اِس مجموعہ میں ذکر کیا گیا ہے۔ نیز زینت اَور اُس کی اَحکام کی تفصیل، غیر عورتوں سے پردہ کی حد اَور اُن سے علاج کرانے سے متعلق ضروری ہدایات۔ اللہ پاک زائد سے زائد مسلمانوں کو اِس سے اِستفادہ کی توفیق نصیب فرمائے، آمین۔

شریعت میں پردہ مقرر کرنے کی وجہ اَور حکمت :

اِنسان کی وہ طبعی حالت جو شہوت کا سرچشمہ ہے (یعنی خواہش ِنفس) جس سے اِنسان بغیر کسی کامل تغیر کے اَلگ نہیں ہو سکتا، ایسی ہے کہ اِس کے (نفسانی) جذبات موقع محل پا کر جوش مارنے سے باز نہیں رہ سکتے یا اگر باز بھی رہ سکے تاہم سخت خطرہ میں پڑ جاتے ہیں۔

اگر ہم بھوکے کتے کے آگے نرم نرم روٹیاں رکھ دیں اَور پھر اُمید رکھیں کہ اِس کتے کے دِل میں اِن روٹیوں کا خیال تک نہ آئے تو ہم اپنے اِس خیال میں غلطی پر ہیں۔ اِس لیے اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ نفسانی قوتوں (یعنی نفسانی خواہشات) کو پوشیدہ کارروائیوں کا بھی موقع نہ مِلے اَور ایسی کوئی

تقریب (یا اَیسا کوئی موقع) پیش نہ آئے جس سے یہ خطرات جنبش کر سکیں۔

اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہ تعلیم نہیں دی کہ ہم نامحرم عورتوں کو تو دیکھ لیا کریں اَور اُن کی تمام زینتوں پر نظر بھی ڈال لیں اَور اُن کے تمام ناز اَنداز ناچنا وغیرہ بھی مشاہدہ کر لیں لیکن پاک نظر سے (جیسا کہ لوگ کہہ دیتے ہیں اللہ تعالیٰ نے یہ تعلیم نہیں دی)۔ اَور نہ ہم کو یہ تعلیم دی ہے کہ ہم اِن بیگانہ (اَجنبی) عورتوں کا گانا بجانا سن لیں اَور اُن کے حسن کے قصے بھی سنا کریں لیکن پاک خیال سے۔ بلکہ ہمیں تاکید ہے کہ نامحرم عورتوں کو اَور اُن کی خوش الحانی کی آوازیں اَور اُن کے حسن کے قصے نہ سنیں نہ پاک خیال سے اَور نہ ناپاک خیال سے بلکہ ہمیں چاہیے کہ اُن کے سننے اَور دیکھنے ہی سے ایسی نفرت رکھیں جیسا کہ مردار سے (رکھتے ہیں) تاکہ ٹھوکر نہ کھائیں کیونکہ ضروری ہے کہ بے قیدی کی یعنی آزاد نظروں سے کسی وقت ٹھوکریں پیش آئیں۔ بے شک آزادی گناہ کا ذریعہ تو ضرور ہو جاتی ہے۔

چونکہ اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ ہماری آنکھیں اَور ہمارے دِل اَور ہمارے خیالات سب پاک رہیں اِس لیے اُس نے (پردہ کی) یہ اعلیٰ درجہ کی تعلیم فرمائی۔ ہر ایک پرہیزگار جو اپنے دِل کو پاک رکھنا چاہتا ہے اُس کو یہ نہیں چاہیے کہ حیوانوں کی طرح جس طرف چاہے بے محابا نظر اُٹھا کر دیکھ لیا کرے بلکہ اُس کے لیے اِس تمدنی زندگی میں غضِ بصر (یعنی نگاہوں کی حفاظت) کی عادت ڈالنا ضروری ہے یہی وہ عادت ہے جس کو اِحصان، عفت (پاکدامنی) کہتے ہیں۔

عفت و پاک دامنی کی ضرورت اَور اُس کا طریقہ :

خوب سمجھ لیجیے کہ عفت نہایت قابلِ اِہتمام چیز ہے اَور اِس کے لیے اُن ذرائع کی ضرورت ہے جو شریعت نے تجویز کی ہیں۔ اَور وہ ذرائع اِختیار میں ہیں مثلاً نگاہ کو بچانا کہ یہ قابو سے باہر نہیں ہے گو اِس میں کچھ تکلیف ہو مگر وہ تکلیف نگاہ کو آلودہ کرنے کی تکلیف سے کم ہے۔ غرض نفس کو نگاہ سے روکنے کی تکلیف تو ہوتی ہے مگر یہ روک لینا اِختیار میں ہے۔ اگر اپنے اِختیار سے کام لیا جائے اَور اِس تھوڑی سی تکلیف کو گوارہ کر لیا جائے تو شیطان اَخیر تک نہیں پہنچا سکتا۔

شیطان کو ہر معصیت میں اِختیار صرف بُلانے اَور ترغیب دینے ہی کا ہے، بڑی چیز وہ تقاضا ہے جو خود آپ کے اَندر موجود ہے یعنی تقاضائے نفس تو شیطان سے بڑا نفس ہوا۔ نفس کو روکیے۔ یہاں تک دو مقدمے ہوئے ایک یہ کہ معصیت کا اَصلی سبب تقاضائے نفس ہے اَور شیطان صرف محرک ہے وہ کوئی فعل جبرًا ہم سے نہیں کرا سکتا کہ ہم اِرادہ بھی نہ کریں اَور کام ہو جائے۔ اَور دُوسرا مقدمہ یہ ہوا کہ تقاضائے نفس کے بعد ہمارا اِرادہ معصیت کا سبب ہوتا ہے۔ تو جب معصیت نفس کے تقاضے سے ہوتی ہے تو کوئی تدبیر معصیت سے بچنے کی اِس کے سوا نہیں ہو سکتی کہ تقاضائے نفس کو ضبط کیا جائے اَور یہ مشکل ہے۔ اِس کے لیے سہل تدبیر یہ ہے کہ یہ دیکھا جائے کہ تقاضائے نفس کیوں ہوتا ہے ؟ اِس کی وجہ یہ ہے کہ معاصی میں نفس کو لذت آتی ہے۔ وہ لذت گناہ کرنے والے کے پیش ِنظر نہیں ہوتی اَور وہ خدا کی ناراضی اَور عذاب جہنم ہے۔ اِس کو دُوسرے اِلفاظ میں اِس طرح کہہ سکتے ہیں کہ گناہ کرنے والے کو اِرادۂ گناہ کے وقت صرف ایک مخلوق پیش ِنظر ہوتی ہے یعنی لذت۔ اَور خدا پیش ِنظر نہیں ہوتا، اگر اللہ تعالیٰ بھی پیش ِنظر ہو جائے تو گناہ کا تقاضا کبھی نہ ہو۔ (مفاسدِ گناہ ص ١٧٦)

اَور صبر عن الشھوات بہت مشکل ہے کیونکہ شہوت رانی میں قضائے شہوت (شہوت پورا ہو جانے) کے بعد کچھ کوفت نہیں ہوتی اگر کسی کو رُوحانی کوفت ہو تو ممکن ہے لیکن ایسے بہت کم ہیں۔ عام حالت یہی ہے کہ شہوت رانی کے بعد اُس کا مزہ بڑھ جاتا ہے پہلے سے زیادہ آگ بھڑک جاتی ہے گو تھوڑی دیر کے لیے سکون ہو جاتا ہے۔ (دین و دُنیا ص ٢٦٧)

اللہ تعالیٰ نے جن چیزوں کو دیکھنے سے منع کیا ہے اُن سے باز رہنا ضروری ہے :

فرمایا محرماتِ شرعیہ (یعنی جن چیزوں کو شریعت نے حرام قرار دیا ہے) کی مثال بادشاہی چیزوں کی طرح ہے مثلاً بادشاہ نے یہ فرمایا کہ اِن چیزوں کو ہاتھ مت لگاؤ تو بس جن چیزوں کے چھونے سے منع کیا ہے اُن کو ہرگز نہ چھونا چاہیے اگرچہ سب چیزیں بادشاہ کی ہیں مگر منع کرنے کی وجہ سے اُن کو چھونا ہرگز درست نہ ہوگا اَور بلا اِجازت چھولے گا تو مجرم قرار دیا جائے گا۔ (باقی صفحہ ٥١)

قسط : ۳

مروجہ محفلِ میلاد

﴿ حضرت مولانا مفتی قاری عبدالرشید صاحب رحمۃ اللہ علیہ ﴾

اللہ تعالیٰ نے جامعہ مدنیہ لاہور کے سابق اُستاذ الحدیث حضرت مولانا مفتی قاری عبدالرشید صاحب رحمۃ اللہ علیہ (م: ۱۴۱۲ھ/۱۹۹۲ء) کو احقاقِ حق اَور اَبطالِ باطل کا خاص ملکہ عطاء فرمایا تھا۔ آپ نے وعظ و تلقین اَور اِرشاد و نصیحت کے ساتھ ساتھ تصنیف و تالیف سے بھی دین کی خدمت و حفاظت کا فریضہ سراَنجام دیا اِس سلسلہ میں مشقتیں اَور صعوبتیں بھی برداشت کیں۔ آپ کے تصنیفی مواد میں سے ''مروجہ محفلِ میلاد'' اپنے موضوع پر منفرد اَور تحقیقی کتاب ہے اِس کتاب کی اِفادیت کے پیش نظر اِسے نذرِ قارئین کیا جارہا ہے۔ (اِدارہ)

مروجہ محفلِ میلاد پر بریلویوں کے دلائل کے جوابات :

ہم باحوالہ ثابت کر چکے ہیں کہ ''مروجہ محفلِ میلاد'' حضور ﷺ کے چھ سو سال بعد پیدا ہوئی ہے اِس لیے بالکل کھلی ہوئی بات ہے کہ اِس مروجہ محفلِ میلاد کو ثابت کرنے کے لیے قرآنِ مجید یا حدیثِ پاک یا صحابہ کرام، تابعین اَور تبع تابعین اَور ائمہ مجتہدین سے کوئی ثبوت پیش نہیں کیا جاسکتا کیونکہ اَگر مروجہ محفلِ میلاد قرآن وسنت یا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ثابت ہوتی تو بریلوی حضرات یہ کبھی نہ فرماتے کہ اِس مخصوص محفلِ میلاد کا اِیجاد کرنے والا بادشاہ اَور مولوی عمر بن دِحیہ ساتویں صدی ہجری کے آدمی ہیں۔

لیکن اِن تمام باتوں کے باوجود عوام کو مغالطہ دینے کے لیے وہ قرآنِ پاک کی چند آیات اَور

کچھ اَحادیث بھی پیش کرتے ہیں۔ اِس لیے ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ اُن آیات واَحادیثِ پاک کے صحیح معانی اَور اُن کا اَصل مطلب واضح کردیں۔

بریلویوں کے قرآنِ پاک سے اِستدلال کا جواب :

☆ **پہلی آیت :**

اِنَّ اللّٰہَ وَ مَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَ سَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا. (سُورۃ الاحزاب : ۵۶)

''اللہ اَور اُس کے فرشتے نبی ﷺ پر رحمت بھیجتے ہیں۔ اَے اِیمان والو! تم بھی اُن پر صلوٰۃ وسلام بھیجو۔''

اِس آیت سے صرف اِتنا معلوم ہوتا ہے کہ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام پر اپنی مخصوص رحمتیں نازل فرماتے ہیں اَور فرشتے حضور پرنور ﷺ کے لیے اللہ تعالیٰ سے دُعاءِ رحمت کرتے ہیں (یعنی اے اللہ! اِن پر تو اپنی رحمتیں نازل فرما) لہٰذا اے اِیمان والو! تم بھی اِن پر صلوٰۃ وسلام بھیجو۔ اِس بات میں اِختلاف کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا جیسا کہ ہم پہلے واضح کر چکے ہیں۔

بریلویوں کا یہ قول کہ تمام عبادات میں صرف دُرود شریف ایک ایسی عبادت ہے جس میں اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے ساتھ شریک ہیں تو یہ اُن کی غلط فہمی کا نتیجہ ہے کیونکہ بندے دُرود شریف یوں پڑھا کرتے ہیں اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مَحَمَّدٍ الخ جس کا مطلب یہ ہے کہ اے اللہ! حضرت محمد ﷺ پر اپنی رحمت نازل فرما تو کیا اللہ تعالیٰ بھی اِسی طرح دُرود شریف پڑھتے ہیں؟ یقیناً اِس کا کوئی بھی قائل نہیں کیونکہ خدا تعالیٰ کا خدا کوئی اَور تو ہے نہیں جس کے سامنے وہ یہ دُعا کرے کہ اے اللہ! اپنی رحمت محمد ﷺ پر نازل فرما۔

دَرحقیقت یہ مغالطہ اِس لیے لگ گیا کہ لفظ صلوٰۃ کی نسبت اللہ تعالیٰ، ملائکہ اَور عام مؤمنین کی طرف کی گئی ہے جس سے یہ سمجھ لیا گیا کہ تینوں طرف نسبت کے وقت معنٰی ایک ہی رہیں گے حالانکہ یہ

بات قطعاً غلط ہے۔ علماءِ کرام اَور قرآنِ پاک کے مفسرین نے یہ بیان فرمایا کہ صلٰوۃ کی نسبت جب اللہ تعالیٰ کی طرف ہو تو رحمت بھیجنا مراد ہوتا ہے یعنی اللہ تعالیٰ رحمت نازل فرماتے ہیں نبی پر، اَور جب اُس کی نسبت فرشتوں یا مؤمنین کی طرف ہو تو اِس سے مراد دُعاءِ رحمت ہوتی ہے یعنی فرشتے اَور مؤمنین حضور ﷺ کے لیے دُعاءِ رحمت کرتے ہیں۔

لٰہذا آیتِ مذکورہ بالا سے یہ سمجھ لینا کہ اللہ تعالیٰ اَور فرشتے اَور مسلمان سب دُرود پڑھنے میں شریک ہیں، غلط ہے۔ اگر یہ کہا جائے کہ چونکہ اِس آیت میں اللہ تعالیٰ اَور اُس کے فرشتوں کا حضور پرنور ﷺ پر صلوٰۃ یعنی دُرود بھیجنے کا ذکر ہے لٰہذا مروجہ محفل میلاد ثابت ہوگیا۔ تو اِس سلسلے میں عرض ہے کہ اَولاً تو یہ بات ہی بالکل بے جوڑ ہے۔ دُوسرے یہ کہ اگر حضور ﷺ پر اللہ تعالیٰ اَور اُس کے فرشتوں کے صلوٰۃ بھیجنے سے ہی نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مروجہ محفلِ میلاد ثابت ہوتا ہے تو پھر ہر مسلمان کا میلاد ہونا چاہیے تھا کیونکہ جس رکوع میں آیتِ مذکورہ موجود ہے اُس سے پہلے والے رُکوع میں عام مسلمانوں پر بھی اللہ تعالیٰ اَور اُس کے فرشتوں کے صلوٰۃ بھیجنے کا ذکر ہے۔ وہ آیت یہ ہے جس کا ترجمہ فریقِ مخالف کے سب سے بڑے عالم اَحمد رضا خان صاحب نے یہ کیا ہے۔

هُوَ الَّذِیْ یُصَلِّیْ عَلَیْکُمْ وَ مَلٰٓئِکَتُهٗ. (سُورۃ الاحزاب : ۴۳)

''(اے اِیمان والو!) وہی ہے کہ دُرود بھیجتا ہے تم پر وہ اَور اُس کے فرشتے۔'' [۱]

اِسی طرح حدیث شریف کی مشہور کتاب مشکوٰۃ شریف کے ص ۹۸ پر ۳ حدیثیں بالکل اِن ہی لفظوں (**اِنَّ اللّٰهَ وَ مَلٰٓئِکَتَهٗ یُصَلُّوْنَ**) کے ساتھ آئی ہیں جن میں زیر زَبر کا بھی فرق نہیں ہے ملاحظہ فرمائیے۔

(۱) **اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِکَتَهٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی الَّذِیْنَ یَلُوْنَ الصُّفُوْفَ الْاُوْلٰی.** [۲]

''یعنی خدا اَور اُس کے فرشتے صلوٰۃ بھیجتے ہیں اُن لوگوں پر جو پہلی صفوں کے قریب ہوں۔''

---

[۱] سورۃ الاحزاب:۴۳ ترجمہ قرآنِ پاک از اَحمد رضا خان بریلوی۔ [۲] اَبوداؤد ص ۹۷۔

(۲) اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلٰی مَیَامِنِ الصُّفُوْفِ. ۱؎

''یعنی خدا اَور اُس کے فرشتے صلوٰۃ بھیجتے ہیں صفوں کے اَندر دائیں جانب والے لوگوں پر۔''

(۳) اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی الصَّفِّ الْاَوَّلِ. ۲؎

''یعنی اللہ اَور اُس کے فرشتے صلوٰۃ بھیجتے ہیں پہلی صف والے لوگوں پر۔''

جب اِن تمام مقامات پر خدا تعالیٰ اَور اُس کے فرشتوں کے پہلی صف والے لوگوں یا دائیں جانب والے لوگوں پر صلوٰۃ بھیجنے سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ ہم اَب اِن لوگوں کا میلاد کرنا شروع کردیں۔ بعینہٖ اِسی طرح حضور ﷺ پر اللہ تعالیٰ اَور اُس کے فرشتوں کے صلوٰۃ بھیجنے سے یہ ثابت نہیں کیا جاسکتا کہ اِن کا میلاد مخصوص طریقے سے شروع کردیا جائے۔

اِن تمام عبارات کا سیدھا سا اَور صاف مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اِن سب لوگوں پر اپنی مخصوص رحمتیں نازل فرماتا ہے اَور فرشتے اِن کے لیے ''دُعاءِ رحمت'' کرتے ہیں اَور جو جس قدر رحمت کا مستحق ہے اللہ تعالیٰ اُسی کے درجہ کے مطابق اُس پر اپنی رحمتیں نازل فرماتے ہیں۔

☆ دُوسری آیت :

وَرَفَعْنَا لَکَ ذِکْرَکَ. (سُورۃ الم نشرح: ۴)

''ہم نے آپ کے ذکر کو بلند کیا۔''

فریقِ مخالف اِس آیت کو بھی مروجہ محفلِ میلاد ثابت کرنے کے لیے پیش کرتا ہے۔ لیکن اِس آیتِ شریفہ کو مروجہ محفلِ میلاد سے دُور کا واسطہ بھی نہیں ہے کیونکہ حدیث میں آتا ہے کہ حضور ﷺ نے حضرت جبرائیل علیہ السلام سے اِس آیت کی تشریح کے بارے میں سوال کیا تو اُنہوں نے جواباً یہ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

اِذَا ذُکِرْتُ ذُکِرْتَ مَعِیْ . ۳؎

۱؎ اَبوداؤد ص ۹۸۔ ۲؎ مسند اَحمد رقم الحدیث ۱۸۶۲۱ ۳؎ صحیح اِبن حبان رقم الحدیث ۳۳۸۲

''یعنی جب میرا ذکر ہوگا تو آپ کا ذکر لازمی میرے ذکر کے ساتھ ہوگا۔''

اَور حضرت اِبن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اِس حدیث کی شرح کرتے ہوئے فرمایا :

یُرِیْدُ الْاَذَانَ وَالْاِقَامَةَ وَالتَّشَھُّدَ وَالْخُطْبَةَ عَلَی الْمَنَابِرِ. [1]

یعنی اِس سے مراد کلمہ طیبہ وکلمہ شہادت ، اَذان و اِقامت ، تشہد اَور خطبوں میں حضور ﷺ کا ذکر اللہ تعالیٰ کے ذکر کے ساتھ ہوتا ہے یہی اِس حدیث سے مراد ہے۔

غرض اِس آیتِ شریفہ سے حضور ﷺ کی رِفعتِ شان اَور بلندی مرتبہ معلوم ہوتی ہے جس سے کسی کو اِنکار نہیں اَور نہ ہی یہ بات محلِ نزاع ہے۔ اِس آیت کا مروجہ محفلِ میلاد سے کوئی تعلق نہیں۔

☆ تیسری آیت :

وَسَلٰمٌ عَلَیْهِ یَوْمَ وُلِدَ وَ یَوْمَ یَمُوْتُ وَ یَوْمَ یُبْعَثُ حَیًّا.

(سُورہ مریم : ۱۵)

''سلامتی ہو اُن (حضرت یحیٰ علیہ السلام) پر ولادت کے دِن ، وفات کے دِن اَور جس دِن (دوبارہ) زِندہ کرکے اُٹھائے جائیں گے۔''

بریلوی حضرات اِس آیت سے بھی اِستدلال کرتے ہیں۔ لیکن بجائے اِس کے کہ اپنی طرف سے اِس آیت کی شرح وتفسیر کے لیے عرض کریں ، فریقِ مخالف کے علماءِ کرام سے اِس آیت کی تفسیر نقل کردیتے ہیں تاکہ اَصل مطلب اِس آیت کا واضح ہو جائے۔ چنانچہ بریلویوں کے صدر الافاضل مولوی نعیم الدین مرادآبادی اِس آیت کی تفسیر میں رَقم طراز ہیں۔

''یہ تینوں دِن (وِلادت ، وفات اَور دوبارہ زندہ کیے جانے کا دِن یعنی قیامت) بہت اَندیشہ ناک ہیں کیونکہ اِن میں آدمی وہ دیکھتا ہے جو اِس سے پہلے اُس نے نہیں دیکھا۔ اِس لیے اِن تینوں موقعوں پر اَمن وسلامتی عطاء کی۔'' [2]

بریلویوں کے مفتی جناب اَحمد یار خان صاحب اِسی آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں :

---

[1] تفسیر مظہری ج ۱۰ ص ۲۹۲۔ [2] تفسیر مولوی نعیم الدین مرادآبادی ص ۴۴۳ طبع تاج کمپنی۔

''معلوم ہوا کہ حضراتِ اَنبیاء علیہم السلام اپنی وِلادت، زِندگی، وفات، قبر، حشر غرض یہ کہ ہر جگہ اللہ کی اَمان میں رہتے ہیں۔ یحییٰ علیہ السلام کو بوقتِ ولادت شیطان نے نہ چھوا جیسا کہ عام بچوں کو چھوتا ہے۔'' [1]

یہ بات ثابت ہوگئی کہ اِس آیت کا مطلب صرف اِتنا ہے کہ اَنبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام ہمہ وقت اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کی نگرانی وحفاظت میں رہتے ہیں، نہ شیطان کا بس اِن پر چل سکتا ہے اَور نہ کسی قسم کا خوف اِنہیں لاحق ہوگا۔

اِس آیت میں یومِ ولادت، یومِ وفات اَور دوبارہ زندہ کیے جانے کا دِن محض اِس لیے ذکر کیے گئے ہیں کہ یہ دِن ہر انسان کے لیے اِنتہائی اہم ہوتے ہیں۔ اَگر اِن دِنوں میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے اَمان مِل جائے تو باقی اَیام میں تو بطریقِ اَولیٰ اَمن وسلامتی حاصل ہو جائے گی۔ لٰہذا ثابت ہوگیا کہ اِس آیت کا بھی مروجہ محفلِ میلاد سے کوئی تعلق نہیں۔

بریلویوں کا ایک حدیث پاک سے اِستدلال اَور اُس کا جواب :

بریلوی حضرات عام طور پر کہتے ہیں کہ جن جن اُمور سے حضور ﷺ نے صاف صاف لفظوں میں نام لے کر منع نہیں فرمایا تو ایسی سب چیزیں جائز ہیں اَور اِستدلال میں یہ حدیثِ پاک پیش کرتے ہیں۔

مَا اَحَلَّ فَھُوَ حَلَالٌ وَمَا حَرَّمَ فَھُوَ حَرَامٌ وَمَا سَکَتَ عَنْہُ فَھُوَ عَفْوٌ. [2]

''حلال وہ ہے جس کو اللہ نے حلال کر دیا اَور حرام وہ ہے جس کو اللہ نے حرام کر دیا اَور جس سے خاموشی اِختیار کی ہے وہ ''عَفْوٌ'' ہے۔''

اِس کا جواب یہ ہے کہ اِس حدیثِ مبارک کا یہ مطلب ہرگز نہیں جو بریلوی حضرات لیتے ہیں کہ جس چیز کو حرام قرار دیا گیا ہے صرف وہ حرام ہے باقی سب چیزیں حلال ہیں۔ اگر یہ مطلب ہوتا تو نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام ایسے ہی فرما دیتے۔ حضور ﷺ کا چیزوں کی تین قسمیں کر کے حلال کو

[1] تفسیر نورالعرفان ص ۴۸۷ طبع اِدارہ کتب اِسلامیہ گجرات۔ [2] مشکوٰۃ شریف ص ۳۶۲۔ اَبوداو،د ج ۲ ص ۱۸۳۔

علیحدہ بیان کرنا، حرام کو اَلگ ذکر کرنا اَور پھر اِن دونوں سے علیحدہ کر کے اُن چیزوں کو ذکر کرنا جن کا صاف صاف حکم قرآن سے معلوم نہیں ہوتا، صاف صاف بتلا رہا ہے کہ یہ تیسری قسم کی چیزیں نہ حلال میں شمار کی جاسکتی ہیں اَور نہ حرام میں۔

چنانچہ دُوسری حدیث شریف میں اِس مسئلہ کو زیادہ وضاحت کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے۔ آپ ﷺ نے اِرشاد فرمایا :

اَلْاَمْرُ ثَلٰثَةٌ اَمْرٌ بَیِّنٌ رُشْدُهٗ فَاتَّبِعْهُ وَاَمْرٌ بَیِّنٌ غَیُّهٗ فَاجْتَنِبْهُ وَاَمْرٌ اُخْتُلِفَ فِیْهِ فَکِلْهُ اِلَی اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ. [۱]

''حضور ﷺ نے فرمایا کہ کام تین طرح کے ہیں: (۱) وہ کام جس کا ہدایت ہونا واضح ہے سواُس کی اِتباع کرو۔ (۲) وہ کام کہ اُس کی گمراہی ظاہر ہو تو اُس سے پرہیز کرو۔ (۳) وہ کام جس میں اِشتباہ ہو (یعنی صاف طور پر اُس کا حکم قرآن و سنت سے معلوم نہ ہوتا ہو) سواُس کا معاملہ خدا تعالیٰ کے سپرد کردو۔''

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اِس حدیث کی شرح میں بیان کرتے ہیں :

''پس بسپار را ورا بخدا و توقف کن دراں'' [۲]

''سو اِس کو خدا تعالیٰ کے سپرد کردو یعنی اِس میں توقف کرو''

فقہ حنفی کی کتابوں میں بھی اِس بات کو ترجیح دی گئی ہے کہ ایسے تمام اُمور میں توقف کیا جائے گا جن کا حکم واضح اَور صاف طور پر قرآن و سنت سے معلوم نہیں ہوتا۔ چنانچہ اِمام علاء الدین محمد بن علی الحصکفیؒ اَلمتوفی ۱۰۸۸ھ اپنی کتاب میں تحریر فرماتے ہیں :

'' عَلٰی مَا هُوَ الْمَنْصُوْرُ مِنْ اَنَّ الْاَصْلَ فِی الْاَشْیَآءِ التَّوَقُّفُ''

''یعنی وہ مسلک جسے دلائل کی نصرت و اِمداد حاصل ہے یہ ہے کہ تمام چیزوں میں شریعت کا اَصل حکم یہ ہے کہ توقف کیا جائے تاوقتیکہ کسی دلیل سے اِس کا حلال یا حرام ہونا معلوم ہو جائے۔'' [۳]

---

[۱] مشکوۃ شریف ص ۳۱ [۲] اَشعة اللمعات ج اَوّل ص ۱۴۶ . [۳] دُرمختار ج اَوّل ص ۲۰۔

دُرمختار حنفی فقہ کی وہ مایہ ناز کتاب ہے جس کی تعریف بریلویوں کے اِمام جناب اَحمد رضا خان صاحب نے بایں اِلفاظ کی ہے۔

''دُرمختار بحرِعلم کی وہ دُرمختار ہے کہ جب سے تصنیف ہوئی مشارق و مغارب اَرض میں فتوائے مذہبِ حنفی کا گویا مدار اِس کی تحقیقاتِ عالیہ و تدقیقاتِ غالبہ پر ہوگیا۔'' [۱]

بہرحال حدیثِ پاک سے اَور فقہ حنفی سے ثابت ہوگیا کہ شریعت کا اُصول یہ ہے کہ :

''ایسے تمام اُمور میں توقف کیا جائے گا جن کا واضح اَور صاف حکم قرآن و سنت میں ہمیں نہ ملتا ہو۔''

لہٰذا بریلوی حضرات کا یہ کہنا باطل ہوگیا کہ جس کا حرام ہونا قرآن و سنت میں مذکور نہ ہو ایسی تمام چیزیں اَور ایسے تمام کام حلال ہیں۔

اِس اُصول کے باوجود جو ہم اَبھی ثابت کر چکے ہیں ہم کہتے ہیں کہ ''میلاد کی مروجہ محفل'' اُن اُمور میں داخل نہیں ہے جن کا حکم قرآن و سنت سے معلوم نہیں ہوتا بلکہ اِس کے بارے میں شریعت کا وہ اُصول ہے جو پہلے بھی ذکر کیا جا چکا ہے کہ :

''ہر وہ کام جو کارِ ثواب سمجھ کر کیا جائے اَور قرآن و سنت سے ثابت نہ ہو ایسا کام شریعت کی اِصطلاح میں ''بدعت'' کہلاتا ہے جس کے بارے میں حضور ﷺ کا یہ اِرشاد گزر چکا ہے کہ کُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ (ہر بدعت گمراہی ہے)۔'' [۲]

اَلبتہ وہ نیا کام جو دین سمجھ کر اَور کارِ ثواب سمجھ کر نہ کیا جائے وہ شریعت کی اِصطلاح میں بدعت نہیں کہلاتا گو لغوی طور سے وہ بھی ایک بدعت (نئی اِیجاد) ہے لیکن محض نو اِیجاد ہونا مضر نہیں ہے۔ بریلوی حضرات بھی تسلیم کرتے ہیں کہ بدعت وہی مضر ہے جو دین کے کاموں میں ہو، چنانچہ بریلویوں کے اِمام جناب اَحمد رضا خان صاحب تمباکو کو حلال قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں :

---

[۱] فتاویٰ رضویہ ج سوم ص ۴۰۱۔ [۲] مشکوٰۃ شریف ص ۳۰ ، اَبوداؤد ج ۲ ص ۲۷۹ ، ترمذی ج ۲ ص ۹۲، اِبن ماجہ ص ۵۔

''رہا اِس (تمباکو) کا بدعت ہونا یہ کچھ باعثِ ضرر نہیں کہ یہ بدعت کھانے پینے میں ہے نہ کہ اُمورِ دین میں۔''[۱]

جناب اَحمد رضا خان صاحب کی اِس عبارت سے معلوم ہوگیا کہ وہی بدعت مضر ہے جو اُمورِ دین میں ہو اَور وہ بدعت جو دُنیاوی چیزوں میں ہو یعنی اُس کو کوئی شخص دینی کام سمجھ کر نہ کرے تو ایسی بدعت مضر نہیں ہے۔ یہیں سے یہ بھی معلوم ہوگیا کہ بدعت کی دو قسمیں ہیں :

(۱) لغوی بدعت (۲) شرعی بدعت۔

لغوی بدعت ہر وہ چیز ہے جو نئی اِیجاد کی گئی ہو۔

شرعی بدعت صرف وہ نئی اِیجاد شدہ چیز ہے جسے دین اَور کارِ ثواب سمجھ کر کیا جائے اَور اُس کا ثبوت قرآن وسنت سے نہ ہو۔

حضور ﷺ کا فرمان کہ ''ہر بدعت گمراہی ہے'' اِس سے بدعتِ شرعیہ مراد ہے۔

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کا جواب :

بریلوی حضرات کے اِستدلالات کی حیثیت مزید واضح کرنے کیلیے ہم حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کا ایک جواب نقل کرتے ہیں اَور زیرِ بحث مسئلہ میں وہی جواب ہم اپنے لیے مستعار لیتے ہیں۔

واقعہ یہ ہے کہ کسی منکرِ تقدیر نے حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کو خط لکھا اَور اپنے عقیدہ اِنکارِ تقدیر پر یہ دلیل پیش کی کہ قرآنِ پاک کی بعض آیات سے تقدیر کی نفی ثابت ہوتی ہے اِس لیے تقدیر کا عقیدہ رکھنا مسلمان ہونے کے لیے نہ ضروری ہے اَور نہ ثابت بلکہ تقدیر کا اِنکار ہی بعض آیاتِ قرآنیہ کے موافق ہے تو حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے اُس کے اِس بے بنیاد شبہ کو دُور کرنے کی غرض سے یہ اِرشاد فرمایا :

---

[۱] اَحکامِ شریعت حصہ سوم ص ۱۶۸۔

لَقَدْ قَرَؤُا مِنْهُ مَا قَرَأْتُمْ وَعَلِمُوْا مِنْ تَأْوِيْلِهٖ مَا جَهِلْتُمْ وَقَالُوْا بَعْدَ ذٰلِكَ كُلِّهٖ.(اَبو داؤد جلد دوم ص ۲۷۷)

''حضراتِ صحابہ وتابعین نے قرآنِ پاک کی یہ آیتیں بھی پڑھی ہیں جو تم پڑھتے ہو لیکن وہ اِن آیتوں کی مراد کو سمجھے ہیں اَور تم نہیں سمجھے۔ اُنہوں نے یہ تمام آیات (جن کو تم اِنکارِ تقدیر پر دلیل کے طور پر پیش کرتے ہو) پڑھنے کے باوجود تقدیر کا اِقرار کیا ہے۔''

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ تمام آیات صحابہ وتابعین کے مقدس دَور میں موجود تھیں اَور پڑھی بھی جاتی تھیں اَور وہ اِن آیات کے حقیقی معانی اَور تقاضے تم سے زیادہ جانتے تھے اِس لیے کہ اُنہوں نے براہِ راست حضور ﷺ سے قرآنِ پاک کی تعلیم حاصل کی تھی۔ تو جب اُنہوں نے اِن آیات و اَحادیث سے یہ مفہوم مراد نہیں لیا تو تمہارا اِن آیات سے اِنکارِ تقدیر ثابت کرنا ضلالت و گمراہی کے علاوہ کچھ نہیں۔

یہی جواب ہم بریلوی حضرات کو پیش کرتے ہیں کہ مروجہ محفلِ میلاد ثابت کرنے کے لیے جو آیات واَحادیث آپ پیش کرتے ہیں وہ سارا علمی ذخیرہ صحابہ وتابعین کی نظروں سے اَوجھل نہ تھا۔ حضور ﷺ کے فضائل ومناقب اَور آپ کی رفعتِ شان و بلندئ مرتبت سے وہ ہم سے کہیں زیادہ واقف تھے اَور عشقِ رسول کا جذبۂ فراواں اَور عقیدت ومحبت نبوی ہم سے بہت زیادہ اُن کے سینوں میں موجزن تھی اَور ربیع الاوّل کا مہینہ اَور اُس کی بارہ تاریخ بھی ہر سال اُن کے سامنے آتی تھی اَور اِس مروجہ محفلِ میلاد سے کوئی مانع بھی اُن کے دَور میں موجود نہ تھا۔ پھر کیا وجہ ہے کہ اُن کے یہاں اِس طرح کے میلاد کا سراغ نہیں ملتا۔ اِس کا مطلب اِس کے سوا اَور کیا ہے کہ اِن آیات واَحادیث کا وہ مطلب قطعاً نہیں ہے جو بریلوی حضرات بزور نکالنا چاہتے ہیں۔ (جاری ہے)

قسط : ۲ ، آخری

خطاب لاجواب

﴿ حضرت مولانا محمد عیسیٰ صاحب منصوری، لندن ﴾

حضرت مولانا محمد عیسیٰ صاحب منصوری مدظلہم العالی چیئرمین ورلڈ اِسلامک فورم لندن اِنگلینڈ سے جامعہ مدنیہ جدید تشریف لائے اَور ۲۳ر نومبر کو جامعہ مدنیہ جدید میں طلباء سے بہت مفید خطاب فرمایا جس کی افادیت کے پیشِ نظر اِسے نذرِ قارئین کیا جا رہا ہے۔(اِدارہ)

حضرت جی مولانا محمد یوسف صاحب ایک بات فرماتے تھے کہ ہم اِن مدرسوں میں جو لوگ تیار کر رہے ہیں دُنیا میں اُن کی طلب اَور مانگ نہیں ہے جس طرح ایک کارخانہ دار ایک کارخانہ لگاتا ہے کسی جگہ پر کسی چیز کے بنانے کا بنیان بنانے کا ٹوپی بنانے کا کسی چیز کا تو وہ پوری پلاننگ کرتا ہے مٹیریل کہاں سے آئے گا، کس طرح بنے گا، کہاں بکے گا، کون لوگ خریدیں گے یہ نہیں ہوتا کہ وہ مال بناتا چلا جائے اَور اُس کے طلبگار ہی نہ ہوں تو یہاں جو ہم علماء تیار کر رہے ہیں تو اُمت کو اُس کی طلب نہیں ہے اُس کی اہمیت عظمت نہیں ہے تو یہ بھی ہمیں کرنا پڑے گا عوام کے اَندر جا کر اُنہیں اِس بات پر آمادہ کرنا ہوگا کہ تمہاری کامیابی دین پر چلنے میں ہے قرآن وسنت پر چلنے میں ہے آخرت کا بندہ بن کر رہنے میں ہے آخرت کی فکر کے ساتھ چلنے میں ہے، یہ بھی ہماری ذمہ داری ہے۔

جس طرح سارے نبیوں کی محنت جو تھی جدو جہد اُس کا خلاصہ تین باتیں ہیں : ایک تو یہ ہے کہ اللہ کی عظمت و کبریائی دِل میں پیدا کرنا، اللہ کی محبت پیدا کرنا، اللہ کے ساتھ اُس کو جوڑ دینا۔ دُوسرے یہ کہ آخرت کی فکر، اِنسان دُنیا میں رہے اِس فکر کے ساتھ کہ میری آخرت نہ بگڑ جائے کوئی عمل مجھ سے ایسا نہ صادر ہو زبان سے ایسا لفظ نہ نکل جائے کہ میری آخرت بگڑ جائے آخرت کی فکر اَور تیسرے یہ کہ ہمیں اپنی زندگی کو خواہشات سے نکال کر رسم و رواج سے نکال کر لوگوں کے طریقوں سے نکال کر ہمیں اَحکامات پر لانا ہے اِن اَحکامات پر ہمیں چلنا ہے سارے نبیوں کی گویا جدو جہد کا خلاصہ یہ

تین باتیں ہیں۔تو یہ نبی عوام میں محنت کرتے تھے صحابہ کرامؓ کے بارے میں آپ پڑھتے ہیں کچھ صحابہ متخصص تھے تجوید میں کچھ متخصص تھے فقہ میں مختلف علوم میں صحابہ لیکن سو فیصد صحابہ متخصص فی الدعوت تھے کہ وہ جہاں بھی گئے اُنہوں نے اللہ کی طرف بُلایا اُن کی زندگیاں اُن کی دعوت سے جہان میں ہزاروں لوگ مسلمان ہوئے اِیمان کی طرف آئے۔

تو دعوت کا طرز ہر دور میں الگ ہوتا ہے ذہنی سطح اَلگ ہوتی ہے یہی وجہ ہے کہ ہر صدی میں مجدد بھیج دیا ورنہ ایک مجدد کافی تھا۔ ہر صدی کے تقاضے الگ ضرورتیں الگ ذہنی سطحیں الگ تو اِس لیے ہر صدی میں ضرورت ایسے لوگوں کی ہوگی جو اُس دَور کے اِعتبار سے تشریح کریں گے طریقہ بھی بتلائیں گے۔

جس طرح ایک تاجر ہے وہ اپنی غلطی نکالتا ہے اگر اُس کی دُکان نہیں چلتی مثلاً کسی چیز کی اُس نے دُکان لگائی تو وہ یہ نہیں کہتا کہ لوگ ایسے ہیں نالائق ہیں نہیں آتے ہم بھی نہیں بلاتے نہ آئیں ہمارا کیا جاتا ہے نہیں بلکہ......دُکان کی ڈیکوریشن اَور اُس کی سجاوٹ شاید ایک عام آدمی کو متوجہ نہیں کرتی پرکشش نہیں ہے تو ڈیکوریشن بدلتا ہے کبھی سوچتا ہے یہ مال یہاں نہیں چلے گا فلاں مال چلے گا وہ مال بدل دیتا ہے کبھی جگہ ہی بدل دیتا ہے پھر بھی نہیں چلے تو پھر محنت کرتا ہے کئی طرح کے طریقے اِختیار کرتا ہے پرنٹ میڈیا اِلیکٹرونک میڈیا اَور یہاں تک کہ چل پڑتی ہے۔

جس طرح ایک تاجر جو ہے وہ اَپنا قصور نکالتا ہے کہ بھئی لوگ آ کیوں نہیں رہے لینے کے لیے حالانکہ اِتنا اچھا مال رکھا ہوا ہے۔ اِسی طرح ہم نے اَپنا قصور نکالنا ہے،لوگ بے طلب ہیں یہ نہیں بلکہ کیوں کشش ہمارے اَندر نہیں ہے۔ جب ہم اَپنا قصور نکالیں گے تو پھر اللہ تعالیٰ ہماری رہنمائی کریں گے بتائیں گے کہ کس طرح لوگوں سے بات کرنی ہے کس اَسلوب سے بات کرنی ہے کس اَنداز سے لوگوں کو سمجھانا ہے تو ہمیں اَپنا قصور نکالنا ہے۔ داعی ....کی ناشائستگی غیر مہذبانہ اَنداز بداَخلاقی برداشت کر لیتا ہے جس طرح تاجر کو اَپنا مال بیچنا ہوتا ہے اپنی چیز دُوسروں تک پہنچانی ہوتی ہے تو وہ نظر اَنداز کر دیتا ہے اَور پھر وہ اَپنی بات ایسے طریقے سے اُس کے ذہن نشین کرتا ہے تو یہ چیز بھی ہمیں

سیکھنی ہے کیونکہ جو علم ہم حاصل کر رہے ہیں علم کا خزانہ وہ ہمارے پاس ہی نہ رہ جائے اُسے پوری دُنیا میں پہنچانا بھی ہے اَقوام کو پوری دُنیا کو اِس کی ضرورت ہے اَقوامِ عالم کو۔

اَور واقعی دعوت ایک ایسا موضوع تھا کہ جس سے اِسلام دُنیا میں پھیلا یعنی حضور اکرم علیہ السلام کے دَور میں دس لاکھ مربع میل، دَورِ صحابہ میں بائیس لاکھ اَور دَورِ عثمانی میں چوالیس لاکھ اَور حضرت معاویہؓ کے دَور میں پینسٹھ لاکھ مربع میل یعنی جو پورا عالم اِسلام آج کہلاتا ہے اُس میں پورا سمرقند، تاشقند، بخارا، سندھ، بلوچستان اسپین یہ سب صحابہ کی دعوت کا پھل ہے بعد میں بھی اِسلام پھیلا اَور ذرائع بھی اِستعمال ہوئے عسکری ذرائع اَور دُوسری چیزیں بھی لیکن وہاں دیرپا نہیں ہوا مستحکم نہیں ہوا اَگر عسکری ذریعے سے آیا تو عسکریت ختم ہوتے ہی وہاں عالم بدل گیا[1] لیکن جو صحابہؓ کے ذریعے آیا (خواہ بذریعہ تلوار یا بذریعہ مصالحت) وہ آج تک اِیمان پر باقی ہے۔

''دعوت'' کا مطلب کیا ہے کہ اِنسان دعوت بھی دیتا ہے اَور عملی نمونہ بھی پیش کرتا ہے ورنہ دعوت کا اَثر ہی نہیں ہوگا۔ایک عالم کسی مسجد میں اِمام بن کر جائے گا تو وہ اپنے آپ کو نمونہ بھی بنائے گا اُس کا لوگوں سے اِتنا تعلق ہوگا جیسے ایک باپ کا اَپنی اَولاد کے ساتھ ہوتا ہے اِتنی شفقت ہوگی اُسے کہ بھائی فلاں نماز کے لیے کیوں نہیں آئے کوئی بیمار تو نہیں ہے اُس کے پاس جارہا ہے۔آج سب سے بڑی جو کوتاہی ہورہی ہے وہ یہ ہے کہ ہمارا عوام سے تعلق کٹ گیا عوام کو دُشمنوں نے اپنے پھندے میں پھنسا لیا اپنے قبضہ میں لے لیا، ہمارے اَکابر عوام کے اَندر رہتے تھے مولانا اِلیاس رحمۃ اللہ علیہ کا عمل ہمارے سامنے ہے۔سہارنپور میں مفتی مظفر حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ چند سال پہلے اِنتقال ہوا وہ صبح حدیث پڑھاتے تھے دو چار گھنٹے اَور دوپہر بعد باہر چاہے کتنا ہی سخت موسم ہو شدید سردی ہو گرمی ہو بارش ہو وہ اَطراف میں عوام کے پاس جاتے تھے آخری عمر میں بہت بیماریاں لگ گئیں بہت ضعیف ہو

---

[1] مطلب یہ ہے کہ آج کل کی طرح کی فوج کشی جو جہاد اَور جذبۂ جہاد سے عاری ہوتی ہے اِس کے نتائج اَچھے نہیں ہوتے اَلبتہ اَگر اعلاءِ کلمۃ اللہ اَور کفر کی شوکت توڑنے کے اُصول کے تحت فوج کشی ہو تو اَجر و ثواب کے ساتھ ساتھ اِس کے اَثرات دیرپا اَور لازوال ہوتے ہیں عام فوج کشی اَور جہاد کے درمیان یہی بنیادی فرق ہے۔

گئے لوگوں نے اِصرار کیا کہ حضرت جس گاؤں میں آپ کو جانا ہوا ُسے بُلا لیتے ہیں فرماتے تھے نہیں وہاں سے پانچ دس لوگ آجائیں گے میں جاؤں گا تو پورا گاؤں مجھ سے ملے گا۔

تو لوگوں سے تعلق قائم کرنا ورنہ باطل طاقتوں کی پوری کوشش ہوگی کہ علماء سے عوام کا کنکشن ٹوٹ جائے اَور عوام کو علماء کے خلاف کردیا ثمرقند میں تاشقند میں بڑے بڑے مدرسے تھے بخارا میں دو دوسو مدرسے کسی ایک جگہ پر تھے .... اَور وہی لوگ جو علماء کی عقیدت و اِحترام لیے ہوئے تھے اُن کے ہاتھ چومتے تھے اُن ہی کو علماء کے خلاف بھڑکا کر اُن سے علماء کی گردنیں کٹوائیں تو عوام کے ساتھ بھی ہمارا تعلق باقی رہے اُس کو بھی یہیں سیکھنا ہے کہ کیسے عوام کے ساتھ ہم ریلیف پہنچائیں گے۔

دین سیکھنا یہ ایک مستقل فریضہ ہے کس طرح کن آداب کے ساتھ حاصل کرنا ہے کتاب کا اِحترام کیا ہو اُستاد کا اَدب و اِحترام کیا ہو پھر ہماری زندگیوں میں کیسے اِس کے اَثرات داخل ہوں اَور پھر اِسے پہنچانے کا طریقہ بھی سیکھنا پڑے گا۔

میں گزشتہ دنوں میں .... گیا چھوٹا سا ملک ہے جرمنی اَور ہالینڈ کے بیچ میں چند لاکھ ڈیڑھ دولاکھ کی آبادی ہے بینکوں کے نام پر وہاں بڑے بڑے مین دفاتر ہیں .... عیسائی مشنری تھے وہاں پر میں وہاں پر چلا گیا تو میں نے دیکھا وہاں پر وہ لوگ ہم جیسی اُردو بول رہے ہیں زبانیں سکھائی جا رہی ہیں دعوت کے لیے، بنگالیوں جیسی بنگالی بول جارہے ہیں عربوں جیسے عربی بول رہے ہیں جبکہ اُن کا مذہب دعوتی مذہب نہیں ہے۔ حضرت عیسٰی علیہ السلام کا قول خود بائبل میں موجود ہے کہ میں صرف بنی اِسرائیل کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے لیے بھیجا گیا ہوں اَور یہ مجھ سے نہیں ہوگا کہ پہلے بنی اسرائیل کے لڑکوں کی روٹی کتوں سے .... پہنچاؤں ہمارا دعوتی مذہب ہے کَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِیْرًا وَّ نَذِیْرًا اَب کوئی نبی نہیں یہ ہماری ذمہ داری ہے کہ کتنے کروڑ رشین بولتے ہیں کتنے کروڑ فرنچ بولتے ہیں کتنے کروڑ ناروے زبان بولتے ہیں تو اُن کو کون اِسلام پہنچائے گا اُن کا ذمہ دار کون ہوگا ؟ خدا نے اُن کے بارے میں پوچھنا بھی ہے۔

تو دعوت کی نیت سے بھی آپ علم کو حاصل کریں کہ ہمیں سیکھنا ہے عمل میں اُتارنا ہے اَور دُنیا

تک پہنچانا ہے اَور اللہ سے آپ سے کام لیں گے۔ مسجد نبوی میں کیا تھا کھجور کے تنے لگے ہوئے ہیں چھت ٹپک رہی ہے بے سرو سامانی کا عالم ہے لیکن جب اِن صفات .... حضور کا طریقہ ساری دُنیا میں .... ایک ایک صحابی ایک ایک ملک کا فاتح بنا تو کیوں نہ اللہ تعالیٰ آپ سے یہ کام لے سکتے دُنیا کے ملکوں میں قوموں میں علاقوں میں زبانوں میں جب وہ کر سکے تو آپ بھی کر سکتے ہیں بس اُن کا طرز اِختیار کرنا ہے آپ نے۔

تو یہ آپ کا یہاں پر آنا پڑھنا یہ بہت مبارک ہے اَور اِس پر جتنا اِحسان اللہ کا مانیں کم ہے ہر وقت شکر اَدا کرنا چاہیے اللہ کا کیسے کیسے لوگ دُنیا میں ہم سے زیادہ قابل عقلمند صلاحیت والے وسائل والے ہمارے پاس تو کچھ بھی نہیں ہے مگر اللہ نے منتخب کر لیا علمِ دین کے حاصل کرنے کے لیے جتنا شکریہ اَدا کریں اللہ کا اِحسان مانیں کم ہے اَور پھر وہ جو صفات ہیں علم حاصل کرنے کی اُن صفات کے ساتھ ہمیشہ علم حاصل کریں تو پھر اللہ تعالیٰ ضرور ہم سے اَور آپ سے کام لیں گے۔

ایک عالم جہاں جائے گا وہاں کے حالات بدل دے گا حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ جب سند ملنی تھی تو اُستادوں کے پاس گئے کہ حضرت ہم تو نااہل ہیں اَور ہم کو اگر آپ سند دیں گے تو علم کی بدنامی ہوگی اُن کے جو اُستاد تھے اُنہوں نے کہا کہ ہمارا کام یہی ہے جو آپ اپنے آپ کو سمجھ رہے ہو لیکن اِنشاء اللہ تم جہاں پر جاؤ گے تم ہی تم ہوگے وہاں پر تمہارے سامنے کوئی نہیں آسکے گا کیونکہ علم صحیح طور پر حاصل کیا تھا سارے اَکابر کو دیکھ لیں حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کی محنت کو دیکھیے کہاں بخاری شریف پڑھانا ہے صبح اَور رات بھر سفر کر کے پہنچ رہے ہیں اَور ایک منٹ آرام کیے بغیر پڑھانے بیٹھ گئے، ایک طرف عوام کے ساتھ بھی جوڑ ہے اَور ایک طرف علم کے ساتھ بھی جوڑ ہے۔ وہ لوگ بھول نہیں سکتے جنہوں نے حضرتؒ سے پڑھا ہے، اِتباعِ سنت اَور کیا کیا!

تو یہ ساری چیزیں جمع کرنی پڑیں گی اَور اِن سب کے ساتھ پھر آج کے دَور کا اُسلوب سیکھنا پڑے گا ہر دَور کا ایک اُسلوب ہوتا ہے پیش کرنے کا ایک طریقہ ہوتا ہے ہر دَور کا آج کے دَور کے لوگوں کی ذہنی سطح کیا ہے اَور آج کے دَور کے لوگوں کی سوچ اَور ذہنی پرواز کیا ہے اِس کو بھی معلوم کرنا پڑے گا

اِس کو سیکھنا پڑے گا ایسا نہ ہو کہ ہم بات وہ کریں جو لوگوں کے سر سے گزر جائے ہم تو حدیث سنا رہے ہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ لوگوں سے اُن کی عقل مطابق بات کرو اَیسا نہ ہو کہ وہ اللہ اَور رسول کو ہی جھٹلا دیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بڑھ کر کوئی عالم ہو سکتا ہے ؟ اُن سے پوچھا کہ علم کیا ہے تو فرمایا چار یا پانچ چیزیں ہیں فرمایا علم ہے فقہ حدیث کے لیے اَور .... میڈیکل بدن کے لیے صحت طب، اَور علم ہے وقت معلوم کرنے لیے .... اَور اِنجینئر تعمیر کے لیے اَور نحو زبان دانی کے لیے گرائمر۔ آج کوئی عالم یہ تعریف کرے گا علم کی یعنی کتنی وسعت ہے۔ ڈاکٹر حمید اللہ صاحب نے کتاب میں لکھا ہے کہ دَورِ نبوت میں کیا کیا پایا جاتا تھا حضور ﷺ کی مسجد نبوی میں اُس دَور کی ساری ضرورت کے علوم علمِ ہیئت بھی تھا وقت معلوم کرنے کے لیے، معاشرت بھی تھی کہ مسلمان کس طرح رہے اپنے معاشرے میں، اِکنامکس بھی تھی کہ حرام سے بچتے ہوئے تجارت کیسے کریں، عسکری کہ تیرنا تیر اَندازی یہ بھی تھا پھر دَور خلفائے راشدین نے سارے علوم کو سمو لیا تھا قرآن کے ساتھ پھر نو سو سال تک دُنیا میں علم کا اِمام مسلمان تھا چاہے دُنیاوی علوم ہوں یا دینی علوم ہوں۔

آج یورپ اَور امریکا تسلیم کر رہے ہیں کہ یہ ہمارے مدرسے ہماری دینی ضرورتیں بھی پوری کرتے تھے اَور دُنیاوی ضرورتیں بھی پوری کرتے تھے ہمیں دُنیاوی ضرورتوں کے لیے کسی یونیورسٹی کے لیے باہر نہیں جانا پڑتا تھا یہی ہمارے مدرسے تھے بہترین عالم خطیب مفتی مصنف محقق پیدا کرتے تھے اَور یہاں سے البیرونی جیسا سائنسدان نکل پڑا، ابن خلدون جیسا مؤرخ نکلتا تھا جس کا مقدمہ آج یورپ اَور امریکا کی یونیورسٹیوں میں پڑھایا جاتا ہے تاریخ کو اُس نے علم بنا دیا۔ ابن سینا جیسا طبیب نکلتا تھا مغرب میں جو میڈیکل ہے طب ہے اُس کی کامیابی صرف سرجری ہے باقی اُن کے یہاں لمبی لسٹ ہے لاعلاج بیماریوں کی اَور سرجری کی بنیاد ہے ''القانون'' ابن سینا کی وہ سارے آپریشن کے اَسلحہ بھی اَور ہتھیار بھی اُس نے بنا کر بتلائے۔ تو دین اَور دُنیا کی ہم مسلمان کبھی بھی پوری تاریخ میں کسی دُنیاوی علم کو سیکھنے کے لیے غیر کے پاس نہیں گئے یہ ہماری بنیاد ہے۔

تو ہم اِس طرح پر بنیں کہ یہاں سے جو علم آپ حاصل کر رہے ہیں اُس کو اللہ تعالیٰ علم نافع

بنائے ہم سب کے لیے تو اِس کو پورے آداب کے ساتھ اَور یکسوئی کے ساتھ اَور اُن چیزوں سے بچتے ہوئے جس سے علم کے اَنوارات کم ہوجاتے ہیں گھٹا دیے جاتے ہیں اُن چیزوں سے بچتے ہوئے یکسوئی کے ساتھ علم حاصل کریں مطالعہ کا ذوق آپ کا ہو۔ آج کی بڑی مصیبت یہ ہے کہ...... وہ تو کتاب کے بغیر اُسے چین نہیں آتا تھا اَب ہم کتابی ذوق ہی نہیں رکھتے تو مطالعہ کا ذوق بھی پیدا کریں پھر عبادات کا ذوق ہو اللہ سے مانگنے کا ذوق ہو اپنے اَساتذہ کی زندگی سیکھیں تقوی وغیرہ اَور بس یہ آپ کریں تو اِنشاء اللہ اِس جامعہ مدنیہ جدید سے جب آپ نکلیں گے تو اَور جہاں پر جائیں گے اللہ تعالیٰ پھر آپ کو ذریعہ بنادیں گے ہزاروں لاکھوں کو علم پہنچانے کا عمل پہنچانے کا تقوی پہنچانے زندگی پہنچانے کا۔ بس اِسی پر میں اپنی بات ختم کرتا ہوں اللہ تعالیٰ ہم سب کو توفیق دے کہ ہم علم کو اُس کے آداب وشرائط اَور دُنیا کو پہنچانے کے جذبے کے ساتھ حاصل کریں وَمَا عَلَیْنَا اِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِیْنُ .

۞ ۞ ۞

قسط : ۳

سیرت خلفائے راشدینؓ

﴿ حضرت مولانا عبدالشکور صاحب فاروقی لکھنویؒ ﴾

خلیفہ رسول اللہ حضرت اَبوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حالات بعدِ اِسلام وقبلِ ہجرت :

(۱) رسولِ خدا ﷺ کے مبعوث ہوتے ہی سب سے پہلے [۱] اِسلام لائے اَور کوئی معجزہ بھی آپ سے طلب نہیں کیا حق تعالیٰ نے فطرتِ سلیمہ عطاء فرمائی تھی ، پھر پے دَر پے تنبیہاتِ غیبیہ نے آپ کو بعثت کا منتظر بنا دیا تھا ، سچ ہے ؎

دَر دِل ہر بندۂ کزحق مزہ اَست
رُوی و آواز پیمبر معجزہ اَست

---

[۱] بعض روایات میں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو ، بعض میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اَور بعض میں حضرت زید رضی اللہ عنہ بن حارثہ کو اَوّل الاسلام بیان کیا جاتا ہے لیکن اَحادیثِ نبویہ سے حضرت صدیق رضی اللہ عنہ ہی کی اَوّلیت کی تائید ہوتی ہے ۔ بعض علماء نے لکھا ہے کہ عورتوں میں سب سے پہلے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا اِسلام لائیں ، لڑکوں میں حضرت علی رضی اللہ عنہ ، غلاموں میں حضرت زید رضی اللہ عنہ اَور آزادوں میں حضرت صدیق رضی اللہ عنہ ۔ لیکن حضرت شیخ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے اِزالۃ الخفاء میں اِس جگہ نفیس نکتہ لکھا ہے فرماتے ہیں کہ اَوّلیت اِسلام کی محض اِس لیے فضیلت ہے کہ جو سب سے پہلے اِسلام لایا ہوگا اُس کو رسولِ خدا ﷺ کے مصائب میں زیادہ شرکت کا موقع مِلا ہوگا ، نیز وہ دُوسروں کے اِسلام کا سبب بنا ہوگا ، یہ دونوں باتیں اِن چاروں میں حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ مخصوص ہیں ۔

(۲) آپ کے مسلمان ہو جانے سے خود بخود لوگوں کو اِسلام ۱؎ کی طرف توجہ پیدا ہوئی اَور پھر آپ نے تبلیغ کا کام شروع کر دیا۔ قبل ہجرت کا پُر خطر وقت جبکہ خود اپنے اِسلام کا اِظہار مشکل تھا کلمہ اِسلام کا زبان پر لانا اَژدھے کے منہ میں ہاتھ ڈالنا تھا، ایسے نازک وقت میں دُوسروں کو مسلمان بنانے کی کوشش کرنا اِن ہی کا کام تھا۔

ایک جماعت اَشرافِ قریش کی حضرت صدیق رضی اللہ عنہ ہی کی وعظ و تبلیغ سے مشرف بہ اِسلام ہوئی، عشرہ مبشرہ میں حضرت عثمانؓ، حضرت طلحہؓ، حضرت زُبیرؓ، حضرت سعدؓ بن اَبی وقاص فاتح اِیران، حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف رضی اللہ عنہم اِن ہی کی ہدایت سے مسلمان ہوئے، یوں تو اَور بہت سے اَکابر کو اِن سے ہدایت ہوئی مگر یہ پانچ وہ ہیں جن کے مسلمان ہونے سے کفر کی تیز چھری ذرا کند ہوگئی کیونکہ یہ حضرات مکہ کے چار ذی اَثر قبائل میں سے تھے اَور ہر ایک اپنے قبیلہ میں باوَجاہت تھا، حضرت عثمانؓ رضی اللہ عنہ بنو اُمیہ میں، حضرت زبیرؓ رضی اللہ عنہ بنو اَسد میں، حضرت سعدؓ رضی اللہ عنہ اَور حضرت عبدالرحمٰنؓ بنو زہرہ میں۔

۱؎ آج بھی اَغیار کے لیے حضرت اَبوبکر رضی اللہ عنہ کا اِسلام رسولِ خدا ﷺ کی صداقت کا بہترین برہان ہے چنانچہ ولیم میور سابق گورنر صوبہ متحدہ کی کتاب لائف آف محمد ﷺ کے دیباچہ سے چند فقرات نقل کیے جاتے ہیں، یہ متعصب یورپ کا عیسائی لکھتا ہے : ''آپ کا عہدِ خلافت مختصر تھا مگر رسول اللہ کے بعد اَور کوئی ایسا نہیں ہوا جس کا اِسلام کو اِن سے زیادہ ممنون اَور مرہونِ اِحسان ہونا چاہیے چونکہ اَبوبکر رضی اللہ عنہ کے دِل میں رسول (اَکرم) کا اِعتقاد نہایت راسخ طور پر متمکن تھا اَور یہی عقیدہ خود رسول (اَکرم) کے خلوص اَور سچائی کی ایک زبردست شہادت ہے لہٰذا میں نے آپ کی حیات وصفات کے تذکرہ کے لیے کچھ جگہ زیادہ وقف کی ہے اگر حضرت محمد (ﷺ) کو اِبتداء سے اپنے کذاب ہونے کا یقین ہوتا تو وہ کبھی ایسے شخص کو دوست اَور عقیدت مند نہ بنا سکتے جو نہ صرف دانا اَور ہوشمند تھا بلکہ سادہ مزاج اَور صفائی پسند بھی تھا۔ اَبوبکر کو نفسانی عظمت و شوکت کا بھی خیال نہیں آیا، اُنہیں شاہانہ اِقتدار حاصل تھا اَور وہ بالکل خود مختار تھے مگر وہ اِس طاقت و اِقتدار کو اِسلام کی بہتری اَور کافہ اَنام کے فائدہ پہنچانے میں عمل میں لایا کیے، اُن کی ہوشمندی اِس اَمر کی مقتضی نہ تھی کہ خود فریب کھالیں، وہ خود ایسے متدین تھے کہ کسی کو دھوکہ نہ دے سکتے تھے۔'' (منقول اَز آیاتِ بینات حصہ فدک)

(۳) جب حضرت صدیق رضی اللہ عنہ اِسلام لائے تو علاوہ مالِ تجارت کے چالیس ہزار روپیہ نقد اُن کے پاس تھا وہ سب اُنہوں نے رسولِ خدا ﷺ کی خدمت اَور اِسلام کی اِشاعت میں صرف کردیا۔ اَزاں جملہ [۱] سات غلاموں کو جو مسلمان ہو جانے کے سبب سے طرح طرح ظلم وستم کا نشانہ بنے ہوئے تھے مول لے کر آزاد کیا جن میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا واقعہ عام طور پر مشہور ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسولِ خدا ﷺ نے کچھ مال راہِ خدا میں دینے کا حکم دیا اُس وقت میرے پاس بہت مال تھا دِل میں خیال آیا کہ آج میں حضرت صدیقؓ سے بڑھ جاؤں گا چنانچہ میں نے آدھا مال حاضر کردیا (جو ایک معقول مقدار میں تھا) اِس کے بعد حضرت صدیق رضی اللہ عنہ بھی کچھ قدرِ قلیل لائے مجھ سے رسولِ خدا ﷺ نے پوچھا اپنے اہل وعیال کے لیے کس قدر چھوڑا میں نے عرض کیا، آدھا۔ مگر حضرت صدیق رضی اللہ عنہ سے جو دریافت فرمایا تو اُنہوں نے کہا کہ اہل وعیال کے لیے میں نے اللہ اَور اُس کے رسول ﷺ کو چھوڑا ہے یعنی کُل مال لے آیا ہوں گھر کچھ مال نہیں چھوڑا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں اُس وقت مجھے یقین ہو گیا کہ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ سے کبھی میں سبقت نہیں لے جا سکتا۔

(۴) جب اِبتدائے نبوت میں تبلیغ کا حکم آیا اَور یہ آیت اُتری فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ یعنی اے نبی اَحکامِ خداوندی کی تبلیغ کی تکلیف برداشت کیجیے تو حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ آپ اِبتدا نہ کریں، قریش کے جہلاء واَشرار توحید کا بیان اَور شرک کا بطلان سن کر جس سے اَب تک اُن کے کان نا آشنا ہیں خدا جانے کس قدر مشتعل ہوں اَور کیا کر گزریں، لہٰذا اِبتداء مجھے کرنے دیجیے۔

چنانچہ ایسا ہی ہوا اَور اُس وقت حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے ایک عجیب خطبہ پڑھا جس میں حق تعالیٰ کی توحید اَور آنحضرت ﷺ کی رسالت اَور شرک وبت پرستی کی مذمت بیان کی۔ یہ تقریر کچھ

---

[۱] اِن ساتوں کے نام حسبِ ذیل ہیں : بلالؓ، عامر بن فہیرہؓ، نہدیہؓ، بنت نہدیہ، زنیرہؓ، اُم عبیسؓ، بنومومل کی ایک کنیز رضی اللہ عنہم واَماتنا علی حبہم۔ (اِزالۃ الخفاء مقصد اَوّل ص ۲۵۲)

ایسی عشق و محبت میں ڈوبی ہوئی تھی کہ اِس کا کچھ اَندازہ اِس خطبہ کے اِلفاظ سے ہوتا ہے۔ یہ پہلا خطبہ تھا جو اِسلام میں پڑھا گیا تھا، اِس کے بعد جو اِیذائیں کافروں نے حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کو دیں اَور جس ذوق کے ساتھ اُن اِیذاؤں کو اُنہوں نے برداشت کیا وہ بجائے خود ایک دفترِ عشق ہے۔

(۵) اِسلام لانے کے بعد اپنے گھر کے سامنے حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے ایک مسجد بنائی اَور یہ پہلی مسجد ہے جو اِسلام میں بنائی گئی۔ اِس مسجد میں روزانہ صبح کو بیٹھ کر قرآنِ مجید کی تلاوت کرتے تھے، قرآنِ مجید اَور پھر صدیق رضی اللہ عنہ کی زبان سے سننے والوں کا ہجوم ہوجاتا تھا اَور ناممکن تھا کہ کسی نہ کسی پر اَثر نہ ہو، روز کا یہ مشغلہ دیکھ کر کافروں نے مزاحمت کی آخر حضرت صدیق رضی اللہ عنہ باِجازت نبوی ﷺ بجانب حبش[۱] ہجرت کی نیت سے روانہ ہوگئے۔

راستہ میں اِبن الدغِنہ کافر تاجر قریش ملا اَور وہ بہ اِصرار واپس لایا اَور رُؤسائے قریش سے کہا کہ تم ایسے شخص کو نکالے دیتے ہو جو بے دیکھی ہوئی چیز[۲] یعنی ثوابِ آخرت کو کماتا ہے اَور صلۂ رحمی کرتا ہے اَور لوگوں کی غمخواری کرتا ہے اَور مہمانوں کی ضیافت کرتا ہے۔ اَچھا اَب میں اِن کو اَمان دے کر واپس لایا ہوں، کوئی اِن سے مزاحمت نہ کرنا۔ سب کافروں نے اِبن الدغِنہ کی اَمان کو منظور کر لیا مگر حضرت صدیق رضی اللہ عنہ فوراً بول اُٹھے کہ میں کافر کی اَمان میں نہیں رہنا چاہتا میرے لیے اللہ اَور رسول کی اَمان کافی ہے۔ اِس کے بعد رسول خدا ﷺ کے خدمت میں گئے اَور سارا قصہ بیان کیا آپ ﷺ نے فرمایا اے اَبوبکرؓ! اَب تم کہیں نہ جاؤ ہم کو بھی ہجرت کی اِجازت ملنے والی ہے ہمارے ساتھ چلنا چنانچہ حضرت ِصدیق رضی اللہ عنہ نے پھر مکہ میں قیام کر دیا اَور پھر بدستور تلاوتِ قرآن اَور تبلیغ اِسلام کے دِل رُبا کام میں مشغول ہوگئے۔ سچ ہے ؎

---

[۱] حبش میں حضرت نجاشی اَصحمہؓ کی حکومت تھی، پہلے وہ عیسائی تھے ۶ ھ میں مشرف بہ اِسلام ہوئے اُس وقت کے بادشاہوں میں یہ سعادت صرف اِن ہی کو ملی مگر اِسلام سے پہلے بھی مسلمانوں کو اِن کی حکومت میں امن سا تھا اِسی وجہ سے حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے حبش کا قصد کیا تھا۔ [۲] یہی کلمات حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے بوقتِ بعثت آنحضرت ﷺ کے متعلق کہے تھے، اَللہ اکبر۔ آنحضرت ﷺ کے اَوصاف کس درجہ اِن میں سرایت کر گئے تھے۔

رہائی نہ خواہیم از دامِ عشق
کہ صد عید قربان اَیامِ عشق

(۶) کئی بار مکہ میں رسول خدا ﷺ کو کافروں نے نرغے سے بچایا۔

ایک بار کا واقعہ ہے کہ کفارِ قریش صحن کعبہ میں بیٹھے ہوئے رسول خدا ﷺ کا ذکر کر رہے تھے کہ وہ ہمارے معبودوں کی مذمت کیا کرتے ہیں۔ اِتنے میں رسول خدا ﷺ وہاں آگئے سب نے آپکو گھیر لیا اَور چادر آپ کے گلے میں ڈال کر کھینچنا شروع کی۔ کسی نے جا کر حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کو خبر کردی کہ اَدْرِکْ صَاحِبَکَ وہ بے تاب ہوکر پہنچے اَور کہنے لگے تمہاری خرابی ہو اَتَقْتُلُوْنَ رَجُلًا اَنْ یَّقُوْلَ رَبِّیَ اللّٰہُ وَقَدْ جَآئَکُمْ بِالْبَیِّنَاتِ یعنی کیا تم ایسے شخص کو قتل کیے ڈالتے ہو جو کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے اَور وہ تمہارے پاس معجزات لے کر آیا ہے، یہ سن کر کافروں نے رسول خدا ﷺ کو چھوڑ دیا اَور حضرت صدیق رضی اللہ عنہ پر جھپٹ پڑے، اُس وقت حضرت صدیق رضی اللہ عنہ پر جو گزرا، مبارک ہو، یہ اُنہیں کا حصہ تھا، بے ہوش ہو گئے اَور کئی دِن تک بے ہوش رہے، درمیان درمیان تھوڑی دیر کے لیے ہوش آتا تو رسول خدا ﷺ کی خیریت دریافت کرتے اَور پھر بے ہوش ہوجاتے، جب کئی دِن کے بعد پوری طرح ہوش آیا تو پہلا سوال یہ تھا کہ مجھے رسول خدا ﷺ کے پاس لے چلو چنانچہ لوگ پکڑ کر لے گئے، جب یہ رسول خدا ﷺ کے سامنے پہنچے ہیں تو اُس وقت کی حالت بیان میں نہیں آسکتی۔

اِس قسم کے واقعات جاں نثاری وجاں بازی کے قبل ہجرت کئی بار پیش آئے۔

(۷) کفارِ قریش نے نبوت کے ساتویں سال یہ تجویز متفقہ طور پر طے کی کہ آنحضرت ﷺ کو اَور آپ کے ساتھ سارے خاندانِ بنی ہاشم کو محصور کر کے کھانا پینا بند کر کے فاقوں سے ہلاک کردیں چنانچہ ایک معاہدہ مرتب ہوا کہ کوئی شخص نہ خاندان بنی ہاشم سے قرابت کرے گا نہ اُن کے ہاتھ خرید وفروخت کرے گا، نہ اُن کے پاس کھانے پینے کا سامان پہنچے جب تک کہ وہ محمد ﷺ کو قتل کرنے کے لیے ہمارے حوالہ نہ کردیں۔ اِس معاہدے پر سب نے تصدیقی علامات بنائیں اَور اُس کو

کعبہ میں آویزاں کیا تاکہ کوئی شخص خلاف ورزی کی جرأت نہ کرے، مجبور ہو کر آپ ﷺ مع اپنے چچا اَبوطالب اَور سارے خاندان کے مکہ سے باہر ایک پہاڑ کے دَرّے میں جس کو''شعب اَبی طالب'' کہتے ہیں چلے گئے۔ یہ مصیبت تین سال تک رہی اِن تین سالوں میں جو سختیاں گزریں کسی ظالم کے ظلم میں اِس کی نظیر نہ ملے گی، جنگلی درختوں کی پتیاں کھا کر زندگی کے دِن پورے کیے گئے بلکہ سچ تو یہ ہے کہ ایسی حالت میں زندہ ہی رہنا خدا کی قدرت کا ایک نمونہ تھا۔

حضرت صدیق رضی اللہ عنہ اَز خود اِس مصیبت میں شریک ہو گئے آپ ﷺ کے ساتھ وہ بھی شعب اَبی طالب چلے گئے اَور وہیں رہے۔

جب آنحضرت ﷺ کو خدا نے اِس مصیبت سے نجات دی تو اُنہوں نے بھی نجات پائی اَبوطالب نے اِسی واقعہ کو اپنے اِس شعر میں بیان کیا ہے ؎

وَهُمْ رَجَعُوْا سَهْلَ بْنَ بَيْضَاءَ رَاضِيًا
فَسُرَّ اَبُوْبَكْرٍ بِهَا وَ مُحَمَّدٌ

''اہل مکہ نے سہل بن بیضاء کو (جو مصالحت کے لیے قاصد بن کر گئے تھے) راضی کر کے واپس کیا (یعنی صلح کر لی) پس اِس صلح سے اَبوبکر رضی اللہ عنہ اَور محمد ﷺ بہت خوش ہوئے۔''

(۸) جب رسولِ خدا ﷺ کہیں تبلیغ کے لیے تشریف لے جاتے تو حضرت صدیق رضی اللہ عنہ ضرور آپ کے ساتھ ہوتے اَور ہر مصیب و آفت میں سینہ سپر رہتے چنانچہ جب موسمِ حج میں قبائلِ عرب کے پاس تشریف لے گئے اَور جب طائف تشریف لے گئے اِن تمام مواقع میں حضرت صدیق رضی اللہ عنہ ساتھ تھے۔

(۹) مکہ میں آنحضرت ﷺ کا یہ معمول تھا کہ صبح و شام دونوں وقت حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے گھر تشریف لے جاتے اَور مشورہ طلب اُمور میں اُن سے رائے کرتے۔

(۱۰) جب اُم المؤمنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات ہوئی اَور آنحضرت ﷺ کو

بہت مغموم دیکھا تو اپنی صاحبزادی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو جو اُس وقت بہت کم سِن یعنی صرف چھ برس کی تھیں بڑے اَدب و اِخلاص کے ساتھ آپ علیہ السلام کے نکاح میں دیا اَور مہر کی رقم بھی اپنے پاس سے اَدا کی۔

(۱۱) جب آنحضرت علیہ السلام کو معراج ہوئی تو سب سے پہلے اِن ہی نے تصدیق کی، کفار مکہ نے اِن سے کہا کہ کیا تم محمد علیہ السلام کی اِس بات کو بھی سچ مانو گے کہ وہ بیت المقدس گئے اَور وہاں سے آسمان پر تشریف لے گئے اَور وہاں عجائب و غرائب کی سیر کی اَور پھر لوٹ آئے اَور اِتنا بڑا سفر رات کے ایک قلیل حصہ میں طے ہو گیا؟ تو حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے کیا خوب جواب دیا۔ فرمایا ہم تو اِس سے زیادہ بعید اَز عقل بات اُن کی مان چکے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ جبرائیل علیہ السلام آسمانوں کے اُوپر سے اَبھی آئے اَور اَبھی گئے۔ مطلب یہ ہے کہ جب جبرائیل علیہ السلام کی آمد و رفت چشم زدن میں ہم مان چکے تو آنحضرت علیہ السلام کے جسمِ مبارک کی لطافت و نورانیت تو جبرائیل علیہ السلام سے بھی فائق ہے، لہٰذا آپ علیہ السلام کی آمد و رفت میں ہم کو کیا شک ہو سکتا ہے۔ اِسی تصدیقِ معراج کے صلہ میں صدیق کا لقب آپ کو مِلا تھا۔ (جاری ہے)

بقیہ : پردہ کے احکام

اِسی طرح اللہ تعالیٰ مثل بادشاہ کے ہیں اَور ہم لوگ مثل غلام کے ہیں پس جبکہ اللہ تعالیٰ نے اَجنبی عورتوں کو دیکھنے اَور (بے ضرورت) گفتگو کرنے سے منع فرمایا ہے تو اِن عورتوں کو برا سمجھنا ضروری نہیں وہ شاہی چیزوں کی طرح اچھی بھی ہوں تب بھی منع کرنے کی وجہ سے ہم کو چاہیے کہ ہرگز اُن سے گفتگو نہ کریں اَور نہ اُن کو دیکھیں بلکہ بیعت کے وقت بھی اُن کو ہاتھ نہ لگائیں صرف زبانی بیعت کرلیں۔ (مقالاتِ حکمت و دعوتِ عبدیت)۔ (جاری ہے)

قسط : ۸ ، آخری

صحابہ رضی اللہ عنہم کی زِندگی اَور ہمارا عمل

﴿ حضرت مولانا مفتی محمد سلمان صاحب منصور پوری ، اِنڈیا ﴾

تقریبات میں سادگی :

حضراتِ صحابہ رضی اللہ عنہم مدینہ منورہ میں رہتے تھے اَور پیغمبر علیہ الصلٰوۃ والسلام بھی وہیں تشریف فرما تھے لیکن صحابہ رضی اللہ عنہم اِس کا اہتمام نہیں فرماتے تھے کہ نبی ٔ اَکرم صلی اللہ علیہ وسلم اِن کی ہر تقریب میں شرکت کریں حتی کہ بسا اَوقات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں حاضر باش حضراتِ صحابہ رضی اللہ عنہم نکاح فرمالیتے تھے اَور پیغمبر علیہ السلام کو اِس کی اِطلاع بھی نہ ہوتی تھی۔

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کا واقعہ ہے کہ ایک دِن پیغمبر علیہ السلام نے اِن کے کپڑے پر نسوانی خوشبو کا رنگ دیکھ کر پوچھا کہ یہ کیا ہے؟ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے جواب دیا حضرت! میں نے ایک گٹھلی سونے کی مہر پر شادی کر لی ہے (اَور یہ رنگ بیوی کی خوشبو سے لگ گیا ہے) یہ سن کر پیغمبر علیہ السلام نے اِنہیں برکت کی دُعا دی اَور ولیمہ کرنے کا حکم دیا۔ (مشکٰوۃ شریف ۲/۲۷۸)

اِسی طرح حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے نکاح کر لیا اَور پیغمبر علیہ السلام کو خبر نہ دی، ایک سفر سے واپسی میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے نئی نئی شادی کا عذر کر کے جلدی مدینہ واپسی کی درخواست کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اِن کی شادی کا علم ہوا اَور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا کہ کنواری سے شادی کی یا بیوہ سے؟ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ بیوہ سے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کنواری سے شادی کرنے کی ترغیب دی لیکن حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے اپنی بہنوں کی سرپرستی کا عذر کیا۔ (مسلم شریف ۲/۲۹)

اَور بھی اِس طرح کے واقعات دَورِ صحابہ رضی اللہ عنہم میں ملتے ہیں کہ پیغمبر علیہ السلام کو علم نہیں ہوا اَور صحابہ رضی اللہ عنہم نے اپنی تقریبات منعقد کرلیں، ہمارے معاشرہ کے اِعتبار سے یہ باتیں بڑی عجیب معلوم

ہوتی ہیں لیکن صحابہ رضی اللہ عنہم کی بے تکلف زندگی کے بہ عین مطابق ہیں، اُس معاشرہ میں شادی بیاہ میں کوئی تکلف تھا ہی نہیں، باپ خود ہی اپنی بیٹی کا رشتہ براہِ راست دَاماد سے پیش کر دیتا حتی کہ بعض صحابیات خود نکاح کا پیغام بھیجتیں اَور اِسے معاشرہ میں قطعاً معیوب نہ سمجھا جاتا۔

اِس کے برخلاف ہمارے یہاں کی تقریبات تکلّفات کا سرچشمہ بن گئی ہیں ایک ایک تقریب کے لیے اِس قدر لوازمات ہیں کہ اَصل تقریب میں اِتنا خرچ نہیں جتنا اُس کے لوازمات کا خرچ ہے۔ اِسی بناء پر معاشرہ میں نکاح جو ایک سادہ اَور آسان عمل تھا اُسے مشکل ترین اَور ہوش رُبا عمل بنادیا گیا ہے اَور لڑکی والوں کو تو اِس قدر بوجھل کر دیا گیا ہے کہ اُنہیں اِس کا تحمل سخت دُشوار ہے، بس نہیں چلتا کہ لڑکے والے لڑکی والوں کی جائیدادا َور مکان بکوا کر اُن کے خون کا ایک ایک قطرہ چوس لیں۔

سادگی کا مطلب لچڑ پن نہیں ہے :

اِسلام میں سادگی کا مطلب یہ نہیں ہے کہ آدمی وسعت ہونے کے باوجود بے ہنگم اَنداز میں زندگی گزارے اَور بے وقعت لباس اِستعمال کرے، جیسا کہ بعض نام نہاد صوفیوں کا طریقہ ہے کہ کوئی قصداً ٹاٹ پہن کر ''ٹاٹ شاہ'' بن جاتا ہے اَور کوئی بے ہنگم اَنداز میں بال بڑھا کر اَور ہفتوں ہفتوں غسل اَور صفائی نہ کرنے کو ہی قبولیت کی دَلیل سمجھتا ہے، تو اِسلامی شریعت ایسی واہیات حرکتوں سے قطعاً بری ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے گھر تشریف لائے تو ایک شخص کو دیکھا کہ میلا کچیلا تھا اَور اُس کے بال بکھرے ہوئے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اِسے دیکھ کر فرمایا کہ ''اِسے کوئی ایسی چیز نصیب نہیں ہے جس سے یہ اپنے بالوں کو درست کر سکے۔'' اَور ایک شخص کے بدن پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میلے کچیلے کپڑے دیکھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''کیا اِس کے پاس کپڑا دھونے کا بھی اِنتظام نہیں ہے۔'' (مشکٰوۃ شریف ۲/ ۳۷۵)

اِسی طرح حضرت اَبوالاحوص اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ میں پیغمبر علیہ السلام کی خدمت

میں گھٹیا کپڑے پہن کر حاضر ہوا تو آپ ﷺ نے پوچھا کہ کیا تمہارے پاس مال نہیں ہے؟ میں نے عرض کیا کہ ''مال تو ہے''۔ آپ ﷺ نے پوچھا کہ کس کس قسم کا مال ہے؟ میں نے عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اُونٹ، گائے، بکریاں، گھوڑے اَور غلام ہر طرح کا مال عطا کیا ہے، یہ سن کر آنحضرت ﷺ نے اِرشاد فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ نے تم کو مال سے نوازا ہے تو لازم ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نعمت اَور کرامت کا اَثر تمہارے بدن پر ظاہر ہو۔ (مشکوٰۃ شریف ۲/۳۷۵)

مطلب یہ ہے کہ دونوں طرح کا تکلف شریعت میں منع ہے کہ وسعت ہوتے ہوئے دِکھاوے کے لیے گھٹیا لباس پہننا یہ بھی منع ہے اَور حد سے زیادہ شاندار لباس کے فراق میں رہنا بھی پسندیدہ نہیں ہے۔ ہر حالت میں بے تکلفی رہنی چاہیے اَور اِنسان کو سادی زندگی گزارنی چاہیے۔ نبی ٔ اَکرم ﷺ نے حضراتِ صحابہ ؓ اَور اُمت کو یہی تعلیم دی ہے، پیغمبر علیہ السلام نے اِرشاد فرمایا کہ ''کھاؤ پیو، صدقہ کرو اَور جو چاہے لباس پہنو، بس فضول خرچی اَور کبر وغرور نہ ہونا چاہیے۔'' (مشکوٰۃ شریف ۲/۳۷۷)

اِسی طرح آپ ﷺ نے بالوں کو درست رکھنے کی تاکید فرمائی اَور اِرشاد فرمایا کہ جو بال رکھے تو وہ اُن کا اِکرام کرے (یعنی صاف ستھرا رکھنے کا اِہتمام کرے) لیکن ساتھ ہی یہ بھی فرمادیا کہ آدمی روز روز تیل کنگھی کرنے میں نہ لگا رہے بلکہ کچھ دِن چھوڑ کر تیل کنگھی کیا کرے۔ (مشکوٰۃ شریف ۲/۳۸۲)

خلاصہ یہ کہ اِسلام کی تعلیم ہر معاملہ میں میانہ روی کی ہے، ایک مسلمان کو ہمیشہ اپنے دین کو مقدم رکھنا چاہیے اَور غیر قوموں سے ہر طرح کی مرعوبیت دِل سے نکال دینی چاہیے اَور دُنیا میں بے تکلف اَور سادہ زندگی گزارنی چاہیے اِسی میں ہماری عزت ہے اَور اِسی میں عافیت اَور نجات ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو حضرات صحابہ ؓ کے اُسوۂ مبارکہ کو اِختیار کرنے کی توفیق بخشیں اَور دینی فکر سے ہمارے قلوب کو معمور فرمائیں، آمین۔ (بشکریہ : ماہنامہ ندائے شاہی فروری تا مئی ۲۰۰۵ء)

دِل کے آپریشن سے بچنے کا ایک کامیاب نسخہ

﴿ جناب حکیم عبدالوحید صاحب سلیمانی ﴾

پانچ سال پہلے کی بات ہے میں مطب میں بیٹھا تھا مریض آجا رہے تھے اَچانک فون کی گھنٹی بجی چونگا اُٹھایا تو دُوسری طرف شریف جاوید صاحب بول رہے تھے۔ میرے بے تکلف دوست ہیں تیس بتیس سال سے اُن سے روابط ہیں مگر اُس دِن اُن کی آواز میں پریشانی جھلک رہی تھی۔ پوچھنے پر بتایا کہ ''کچھ دِنوں سے طبیعت خراب ہے اَور ڈاکٹروں نے بتایا ہے کہ میرے دِل کے دو والو بند ہیں۔ اینجیو گرافی (ANGIOGRAPHY) بھی ہوگی اَور بائی پاس بھی! میں اینجیو گرافی سے تو نہیں گھبراتا لیکن بائی پاس نہیں کروانا چاہتا آپ کے پاس اِسکے علاج کا کوئی دیسی نسخہ ہو تو بتائیے بلکہ تیار کر دیجیے۔''

میں اَبھی جواب نہیں دے پایا تھا کہ مطب میں تین آدمی داخل ہوئے اَور سامنے پڑی کرسیوں پر خاموشی سے بیٹھ گئے وہ بلوچی لباس زیبِ تن کیے ہوئے تھے، کندھوں پر اَجرک اَور سر پر بلوچی طرز کی ٹوپیاں تھیں۔ میں گفتگو میں مصروف رہا اَور شریف جاوید صاحب کو یقین دِہانی کراتا رہا کہ میرے پاس اَیسا نسخہ موجود ہے جو اِنشاء اللہ آپ کے مرض کا قلع قمع کر دے گا مگر اُس کی تیاری میں کچھ وقت لگے گا، بات ختم کر کے میں نے جونہی چونگا رکھا، اُن آدمیوں سے ایک بولا: ''سائیں! یہ کس کا فون تھا؟'' میں نے ذرا ناگواری سے کہا ایک مریض کا تھا، اُس نے پوچھا: ''مگر سائیں وہ کہتا کیا تھا؟'' کہیں اُس کے دِل کے والو بند تو نہیں؟'' اَب میں نے حیرانی سے اُسے دیکھا جس نے یقینا ہماری گفتگو سن لی تھی اَور ہولے سے سر ہلایا۔

''سائیں! برا نہ مانیں، آپ کے پاس تو اِس کی دوائی موجود ہے۔ اَلماری سے نکالیں، مریض کو بُلائیں اَور اُس کے حوالے کر دیں۔''

اَب میں نے اُس کی طرف غور سے دیکھا اَور اُس سے سوال کیا: ''آپ پہلی مرتبہ میرے پاس

آئے ہیں پھر آپ کو کیسے پتہ چلا کہ اُس مریض کا علاج میرے پاس موجود ہے؟'' ''دیکھیے ! میں اپنا تعارف کرادُوں ہم لوگ مستونگ (بلوچستان) سے آئے ہیں۔ میں با قاعدہ طبیب نہیں بلکہ بنک ملازم ہوں۔ آج سے ۲۵ سال پہلے میرے ماموں کے دو والو بند ہو گئے تھے۔ مستونگ، کوئٹہ اَور کراچی علاج کروایا مگر خاطر خواہ فائدہ نہیں ہوا اُس زمانے میں دِل کا بائی پاس کراچی میں ہوتا تھا لیکن بہت گراں۔''

''پھر میں نے آپ کے والد صاحب (حکیم محمد عبداللہ، مصنف کنز المجر بات) کو جہانیاں ملتان خط لکھا اَور ساری کیفیت بیان کی، چند دِن بعد اُن کا جواب آیا، لکھا تھا: ''آپ کے ماموں کی بیماری کی تشویش ناک صورتحال کا علم ہوا۔ ایک دوائی اپنے پاس سے بھیج رہا ہوں دُوسری بذریعہ ڈاک اِرسال نہیں کی جاسکتی تھوڑی سی زحمت کر کے خود تیار کر لیجیے۔'' جو دوا اُنہوں نے مجھے بھیجی وہ ''جواہر مہرہ'' تھی، طبِ اِسلامی کی مایہ ناز دوا، جو دِل کے لیے ہی نہیں بلکہ بے شمار اَمراض کے لیے شفاء کا پیغام ہے۔ اُسے بعد اَز نماز عصر دو چاول کے دانوں کی مقدار میں اِستعمال کرنا تھا۔ مجھے دوا کی تیاری کا کہا گیا، وہ عمدہ اَور تازہ گلاب اَور سونف کا عرق کشید کر کے اُسے دو آتشہ کرنا تھا۔ میں نے عرق نکالنے کے آلے (قرع اَنبیق) سے عرق کشید کیا پھر دوبارہ بھپکا را یعنی جوش دیا، یوں دو آتش عرق تیار ہو گیا۔

یہ عرق صبح ناشتے کے بعد نصف پیالی مقدار میں دینا تھا۔ پھر عصر کے بعد اُتنی ہی مقدار میں، لیکن دو چاول جواہر مہرہ کے ساتھ اَور رات سوتے وقت چوتھائی پیالی عرق پینا تھا۔

حکیم صاحب قبلہ نے پندرہ دِن کے لیے یہ نسخہ تجویز کیا تھا۔ دو ہفتے بعد طبی معائنہ کروایا تو دونوں والو (VALVE) کھل چکے تھے۔ تاہم اِحتیاطًا میں نے اُنہیں نسخہ ایک ماہ تک اِستعمال کروایا۔ اللہ کے فضل وکرم سے میرے ماموں آج خوش وخرم زندگی بسر کر رہے ہیں۔

اِس واقعہ کے بعد میرے پاس اِردگرد کے علاقے سے بے شمار مریض آئے جنہیں میں جواہر مہرہ آپ کے دواخانے سے اَور عرق خود تیار کر کے دیتا رہا۔ اللہ نے بے شمار لوگوں کو اِس نسخے کے طفیل شفا دی۔ مجھے وہاں کے لوگ ''دِل کا ڈاکٹر'' کہتے ہیں۔ سائیں ! آپ کے والد صاحب کا نسخہ تھا وہ میں نے آپ تک پہنچا دیا، آپ جانیں اَور آپ کا کام..........''

جب اُنہوں نے بات ختم کی تو شریف جاوید صاحب بھی آگئے۔ میں نے اُنہیں یہی دوائی دی اَور پندرہ دِن اِستعمال کرنے کے لیے کہا، کہنے لگے: ''میری اینجیو گرافی میں صرف بارہ دِن باقی ہیں اَور آپ پندرہ دِن علاج تجویز کررہے ہیں۔''

میرے مہمان نے کہا: ''سائیں آپ دوا شروع کریں اللہ بھلی کرے گا۔''

شریف صاحب دوا لے گئے اَور بارہ دِن بعد فون پر اِطلاع دی کہ پنجاب اِنسٹی ٹیوٹ آف کارڈیالوجی (PIC) میں داخل ہونے جارہا ہوں اَور کل اینجیو گرافی ہے، دُعا کیجیے گا۔ دو دِن بعد موبائل پر اِطلاع دی: ''ڈاکٹر میرے طبی معائنے کی رپورٹ دیکھ کر حیران رہ گئے کیونکہ تمام والو کھلے ہوئے تھے اِس کے بعد اُنہوں نے مزید پندرہ دِن دوائی اِستعمال کی اَور اَلحمد للہ بھلے چنگے ہوگئے۔''

اِس واقعہ کے چند دِن بعد ایک بزرگ میرے پاس سرائے عالمگیر سے تشریف لائے اَور فرمانے لگے: ''میں شریف جاوید کا بڑا بھائی ہوں میرے پاس اِردگرد کے علاقے سے دل کے کچھ مریض آئے ہیں آپ وہی دَوا پانچ مریضوں کے لیے عنایت کردیں جو شریف جاوید کو دی ہے۔'' چند دِن بعد وہ مزید مریضوں کے لیے دوا لے گئے۔ رَفتہ رَفتہ اِس دوا کی شہرت ہوگئی روزانہ ایک دو مریض یہ دَوا لے جاتے اَور اللہ کے فضل سے صحت یاب ہوجاتے۔ میں نے یہ دَوا اُن لوگوں کو بھی دی جن کے تین والو بند تھے اللہ کے کرم سے اُنہیں بھی شفا مِلی حتی کہ ایسے مریض جن کے ساڑھے تین والو بند ہو چکے تھے وہ بھی شفایاب ہوئے اَور اَنجائنا (ANGINA) کے مریضوں نے بھی صحت پائی۔

1999ء میں مجھے خود دِل کی تکلیف ہوئی اَور تین والو بند ہوگئے۔ میں نے ایک ماہ یہی دَوا اِستعمال کی، اَلحمد للہ بالکل صحت یاب ہوگیا۔ عرق گلاب اَور سونف اَب میں دو آتشہ کے بجائے سہ آتشہ اِستعمال کرتا ہوں اَور اُسے ''قلبی'' کا نام دیا ہے۔ یوں اِس کی تاثیر بڑھ گئی اَور سینکڑوں مریضوں نے اِستفادہ کیا ہے۔ میں مستونگ کے اُس سندھی نژاد کا شکر گزار ہوں جس نے اِنسانیت کی فلاح کے لیے مجھے اِتنے اچھے نسخے سے آگاہ کیا جس سے میں بے خبر تھا حالانکہ وہ میرے ہی والدِ محترم کا تجویز کردہ تھا۔

(بشکریہ ماہنامہ وفاق المدارس، ذی الحجہ ۱۴۳۲ھ)

تقریظ و تنقید

نام کتاب : اِختلافِ فقہاء میں حدیث کا کردار

تالیف : شیخ محمد عوامہ، حفظہ اللہ

ترجمہ : مولانا مفتی اِنعام اللہ صاحب

صفحات : ۳۰۲

سائز : ۲۳x۳۶/۱۶

ناشر : مکتبہ الحرمین اَلحمد مارکیٹ، اُردو بازار لاہور

قیمت : رعایتی ۱۵۰ روپے

پیش ِنظر کتاب ''اِختلافِ فقہاء میں حدیث کا کردار'' شیخ محمد عوامہ مدنی دامت برکاتہم کی کتاب ''اَثر الحدیث الشریف فی اِختلاف الا ئمة الفقھاء'' کا ترجمہ ہے جو مفتی اِنعام اللہ صاحب نے کیا ہے، اِس کتاب میں شیخ عوامہ نے یہ بتلایا ہے کہ ائمہ مجتہدین کے درمیان مسائل میں جو اِختلاف نظر آتا ہے اُس کے مختلف اَسباب ہیں جن میں سے ایک بڑا سبب اَحادیث کا اِختلاف ہے، ایک مجتہد نے ایک حدیث کو لیا دُوسرے نے دُوسری حدیث کو، اِس بناء پر بظاہر دونوں مجتہدوں میں اِختلاف ہوگیا، اَب دیکھنے میں دونوں مجتہد اَلگ اَلگ نظر آتے ہیں لیکن حقیقت میں دونوں کا عمل حدیث پر ہے اَور دونوں ماجور من اللہ ہیں۔

اَب رہی یہ بات کہ خود اَحادیث میں اِختلاف کیوں ہوتا ہے تو اِس کے بھی مختلف اَسباب ہوتے ہیں جنہیں شیخ نے اپنی کتاب میں تفصیل سے ذکر کیا ہے۔ اِس موضوع پر شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحبؒ کا رسالہ ''اِختلاف الائمہ'' بھی بہت عمدہ رسالہ ہے۔ شیخ عوامہ زید مجدہم کی کتاب اپنی جگہ ایک عمدہ کاوِش ہے مکتبہ الحرمین نے اچھا کیا کہ اِس کا ترجمہ چھاپ دیا اِس سے اُردو دَان طبقہ کو ضرور فائدہ ہوگا۔

نام کتاب : تذکرہ وسوانح خواجہ خواجگان حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحبؒ

تصنیف : مولانا عبدالقیوم صاحب حقانی

صفحات : ۲۵۶

سائز : ۲۳x۳۶/۱۶

ناشر : اَلقاسم اکیڈمی، خالق آباد نوشہرہ

قیمت : درج نہیں

خواجہ خواجگان حضرت خواجہ خان محمد صاحبؒ کی شخصیت کسی تعارف کی محتاج نہیں ہے، اللہ تعالیٰ نے حضرت خواجہ صاحبؒ کو اِس دَور میں جو مقبولیت عطاء فرمائی تھی وہ کم کسی کو نصیب ہوتی ہے، حضرتؒ کے حالاتِ زندگی پر بہت سے حضرات نے قلم اُٹھایا ہے اَور اپنے اپنے اَنداز میں کافی کچھ لکھا ہے۔

زیرِ تبصرہ کتاب بھی اِسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے، مولانا عبدالقیوم صاحب حقانی نے اِس کتاب میں گیارہ اَبواب کے تحت حضرت خواجہ صاحبؒ کی زندگی کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالی ہے اَور تفصیل سے لکھا ہے، بعض مقامات پر کچھ تسامحات پر نظر پڑی، اگر اِن کی اِصلاح کر دی جائے تو بہت بہتر ہو۔ ص ۲۷ پر حضرت لاہوریؒ کے اِنتقال کا سال ۱۹۹۲ء لکھا گیا ہے صحیح ۱۹۶۲ء ہے، ص ۴۰ اَور ص ۴۱ پر حضرت خواجہ صاحبؒ کو صدیقی النسب لکھا گیا ہے یہ درست نہیں ہے، آپ نسبًا صدیقی نہیں تھے مشربًا صدیقی تھے کیونکہ آپ کا سلسلہ نقشبندی تھا جو حضرت صدیقِ اَکبر رضی اللہ عنہ پر منتہی ہوتا ہے پھر حضرت صدیقِ اَکبر رضی اللہ عنہ تک صرف ۳۴ واسطے بنتے ہیں نہ کہ ۱۳۷۔ اِس تسامح کی درستگی ضروری ہے، مجموعی طور پر کتاب مفید ہے۔

نام کتاب : اللہ کی نعمتوں کی حیرت اَنگیز بارش

تالیف : مولانا محمد عتیق الرحمٰن صاحب

صفحات : ۱۴۴

سائز : ۲۳x۳۶/۱۶

ناشر : اِدارہ تالیفاتِ اَشرفیہ، چوک فوارہ ملتان

قیمت : درج نہیں

پیش ِنظر کتاب میں مصنف زید مجد ہم نے سات اَبواب قائم کر کے اللہ تعالیٰ کی ہر آن برسنے والی نعمتوں کا تذکرہ کیا ہے تاکہ اِنسان اِن نعمتوں کا خیال کر کے اللہ تعالیٰ کا شکر اَدا کرے اَور اُس کی طاعت و عبادت میں لگے۔

کتاب اپنے موضوع پر عمدہ کاوِش ہے کاغذ و طباعت بھی اچھی ہے عوام الناس کو اِس سے ضرور اِستفادہ کرنا چاہیے۔

✿

نام کتاب : فیضانِ فیض

مرتب : مولانا سیّد حبیب اللہ شاہ صاحب حقانی

صفحات : ۱۸۴

سائز : ۲۳x۳۶/۱۶

ناشر : اَلقاسم اکیڈمی، خالق آباد نوشہرہ

قیمت : درج نہیں

زیرِ نظر کتاب حضرت مولانا فیض اَحمد صاحب رحمہ اللہ سابق شیخ الحدیث مدرسہ قاسم العلوم ملتان کے مکاتیب و مقالات کا مجموعہ ہے، یہ مکاتیب مولانا عبدالقیوم صاحب حقانی کے نام ہیں جن میں سے اَکثر ماہنامہ اَلقاسم میں چھپ بھی چکے ہیں۔

اِن مکاتیب و مقالات میں نہایت مفید باتیں آگئی ہیں جن کی بناء پر اُن کا کتابی شکل میں طبع ہو جانا کار آمد ہے۔ ✿ ✿ ✿

وفیات

٢١ر فروری کو تنظیم القراء والحفاظ ٹرسٹ کراچی کے صدر جناب حافظ محمد کاملین صاحب پراچہ طویل علالت کے بعد وفات پا گئے۔ مرحوم جامعہ مدنیہ جدید کے اِنتہائی مخلص خیر خواہوں میں تھے۔

٢٣ر فروری کو جناب شیخ یوسف صاحب کے والد صاحب طویل علالت کے بعد وفات پا گئے۔

٦ر فروری کو دارُ العلوم وقف دیو بند کے شیخ الحدیث حضرت مولانا خورشید عالم صاحبؒ دیو بند میں اِنتقال فرما گئے۔

٨ر فروری کو جمعیت علمائے ہند کی مجلس عاملہ کے رُکن اَور ماہنامہ زم زم کے مدیر اَعلیٰ حضرت مولانا اَبوبکر صاحب غازی پوریؒ دہلی میں دِل کا دَورہ پڑنے سے اَچانک اِنتقال فرما گئے۔

٣ر فروری کو حضرت مولانا عبدالستار صاحب مہتمم مدرسہ جامعہ اَشرفیہ ساہیوال طویل علالت کے بعد اِنتقال فرما گئے۔

گزشتہ ماہ جناب محمد نور العابدین صاحب پراچہ کراچی میں وفات پا گئے۔

گزشتہ ماہ جناب فرقان اَحمد صاحب کی نانی صاحبہ کراچی میں طویل علالت کے بعد وفات پا گئیں۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

جامعہ مدنیہ جدید اَور خانقاہِ حامدیہ میں جملہ مرحومین کے لیے اِیصالِ ثواب اَور دُعائے مغفرت کرائی گئی اللہ تعالیٰ قبول فرمائے، آمین۔

اَخبارالجامعہ

﴿ جامعہ مدنیہ جدید محمد آباد رائیونڈ روڈ لاہور ﴾

۲ ربیع الاوّل ۱۴۳۳ھ/ ۲۶ جنوری ۲۰۱۲ء بروز جمعرات سے جامعہ میں ششماہی اِمتحانات شروع ہوئے اَور ۲۸ فروری کو ختم ہوئے۔

۲۱ ربیع الاوّل ۱۴۳۳ھ/ ۱۴ فروری ۲۰۱۲ء کو جامعہ مدنیہ جدید میں سوئی گیس کا نیا میٹر نصب ہو کر گیس کی فراہمی کا عمل مکمل ہوا، والحمدللہ۔ وقتی اَور فوری ضرورت کے پیش نظر ایک عارضی مطبخ بنانے کی ضرورت پیش آئی جس پر پانچ لاکھ کی لاگت آنی ہے۔

۲۵ ربیع الاوّل ۱۴۳۳ھ مطابق ۱۸ فروری ۲۰۱۲ء کو جامعہ مدنیہ جدید کی مجلس شوریٰ کا سالانہ اِجلاس ہوا جس میں تعلیمی، تعمیراتی اَور مالیاتی اُمور پر مشاورت ہوئی۔ تعلیمی و مالیاتی اُمور پر اطمینان کا اِظہار کرتے ہوئے اَرکانِ شوریٰ نے اہلِ خیر حضرات سے تعمیراتی اُمور پر خصوصی توجہ دینے کی پُر زور اپیل کی تاکہ دارُالاقامہ اَور اَساتذہ کی رہائشگاہوں کی تعمیر ہو کر طلباء کے قیام اَور اَساتذہ کی رہائشگاہوں کا اِنتظام ہو کر تعلیمی حالات مزید بہتر ہوسکیں، دُعائے خیر پر اِجلاس ختم ہوا، والحمدللہ۔

۱۸ فروری کو کراچی سے جناب حافظ فرید احمد صاحب جامعہ کے اجلاسِ شوریٰ میں شرکت کے لیے تشریف لائے، بعد عشاء واپس تشریف لے گئے۔

۲۵ فروری کو محترم حاجی اَمان اللہ خان صاحب اپنے داماد خالد خان صاحب کے ہمراہ لکی مروت سے جامعہ مدنیہ جدید تشریف لائے اَور دو دِن جامعہ میں قیام فرمایا۔

جامعہ مدنیہ جدید و مسجد حامد ؒ

کی تعمیر میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیجیے

بانیٔ جامعہ حضرت اَقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحب رحمہ اللہ نے جامعہ مدنیہ کی وسیع پیمانے پر ترقی کے لیے محمد آباد موضع پاجیاں (رائیونڈ روڈ لاہور نزد چوک تبلیغی جلسہ گاہ) پر برلب ِسڑک جامعہ اور خانقاہ کے لیے تقریباً چوبیس ایکڑ رقبہ ۱۹۸۱ء میں خرید کیا تھا۔ جہاں الحمد للہ تعلیم اور تعمیر دونوں کام بڑے پیمانہ پر جاری ہیں۔ جامعہ اَور مسجد کی تکمیل محض اللہ تعالیٰ کے فضل اور اُس کی طرف سے توفیق عطاء کیے گئے اہلِ خیر حضرات کی دُعاؤں اور تعاون سے ہوگی۔ اِس مبارک کام میں آپ خود بھی خرچ کیجیے اَور اپنے عزیز و اَقارب کو بھی ترغیب دیجیے۔ ایک اَندازے کے مطابق مسجد میں ایک نمازی کی جگہ پر دس ہزار روپے لاگت آئے گی، حسب ِاستطاعت زیادہ سے زیادہ نمازیوں کی جگہ بنوا کر صدقۂ جاریہ کا سامان فرمائیں۔

منجانب

سیّد محمود میاں مہتمم جامعہ مدنیہ جدید و اَراکین اَور خدام خانقاہِ حامدیہ

خطوط، عطیات اور چیک بھیجنے کے پتے

1۔ سیّد محمود میاں ''جامعہ مدنیہ جدید'' محمد آباد 19 کلومیٹر رائیونڈ روڈ لاہور

فون نمبر : 35330310 - 42 - 92+ - 35330311 - 42 - 92+

2۔ سیّد محمود میاں ''بیت الحمد'' نزد جامعہ مدنیہ کریم پارک راوی روڈ لاہور

فون نمبر : 37726702 - 42 - 92+ فیکس نمبر 37703662 - 42 - 92+

موبائل نمبر 4249301 - 333 - 92+ V فون نمبر : 36152120 - 42 - 92+

جامعہ مدنیہ جدید کا اکاؤنٹ نمبر 0-7915 مسلم کمرشل بینک کریم پارک برانچ (0954) لاہور (آن لائن)

مسجد حامد کا اکاؤنٹ نمبر 1-1046 مسلم کمرشل بینک کریم پارک برانچ (0954) لاہور (آن لائن)